ستمبر ۱۹۹۱ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، پر قائم شدہ معاشرے کے ابتدائی فرد تھے۔ اُنہیں صرف دعوتِ رسول ہی نے تیار نہیں کیا تھا بلکہ ان کی تربیت میں نگاہِ رسول بھی شامل تھی۔ جو لوگ ان مقدس ہستیوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (خاکم بدہن) ہیٹی کرتے ہیں کہ اللہ کے آخری پیغمبر اپنے رفقاء کو بنانے اور پہچاننے سے قاصر رہے۔ (نعوذ باللہ) اس طرح یہ لوگ نبوت پر بالارادہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ اگر میاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے دلوں میں قرآن نہ اتار سکے تو پھر کون رہ جاتا ہے جس کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ اس کی بدولت فلاں عہد کے انسانوں نے اپنے تئیں اسلام کے سپرد کیا تھا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

نیکی بغیر قوت کے زندہ نہیں رہ سکتی

زندگی کے دشوار گزار سفر سے گھبرائے اکتائے ہوئے انسانوں کے مختلف گروہ حیران ہو کر دنیا کی بلندی و پستی کو دیکھتے ہیں انسانیت کی رہنمائی کے مختلف مدعیوں میں سے ہم اس گروہ میں ہونے پر فخر کرتے ہیں جس نے آخری مدعی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکمل و برتر سمجھ کر پسند کرلیا ہے۔ ہم اسلام کے اصولوں **کو** اعتدال اور عمل کی راہ سمجھتے ہیں۔ سیاسیات میں ہم اعتدال کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ احرار اس یقین پر قائم ہیں کہ نیکی بغیر قوت کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ مذہب صرف اس کا زندہ ہے جس کی سیاست زندہ ہے اگرچہ بعض تبلیغی اور اصلاحی امور بھی احرار سے متعلق ہیں تاہم سیاسی قوت حاصل کرنا ہمارا نصب العین ہے۔ جس کے بغیر ہر اصلاحی تحریک تضیع اوقات ہے۔

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ
آل انڈیا احرار کانفرنس پشاور
7، 8، 9اپریل 1939ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر
ایم ایل ۸۷۵۵

صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
ستمبر ۱۹۹۱ء
جلد ۲ ● شمارہ ۹

رئیس التحریر: ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری
مدیر: سید محمد کفیل بخاری

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

رفقاءِ فکر

— سید عطاء المؤمن بخاری
— سید عطاء المھیمن بخاری
— سید عبدالکبیر بخاری
— سید محمد ذوالکفل بخاری
— سید محمد ارشد بخاری
— سید خالد مسعود گیلانی
— عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوعہ
— عمر فاروق عمر ○ خادم حسین
قمر الحسنین

زرِ معاونت اندرونِ ملک

سالانہ:	فی پرچہ:
۶۰/= روپے	۶/= روپے

بیرونِ ممالک: سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا، امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا، جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ ۲۰۰/ روپے سالانہ پاکستانی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون: ۲۸۱۴۳

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، پرنٹر: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز پرانی غلہ منڈی ملتان، مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئینہ

دل کی بات	رئیس التحریر	۳
کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اِدارہ	۷
بیادِ امیرِ شریعت (نظم)	سید عطاالمحسن بخاری	۸
تنقیدِ صحابہؓ	مولانا عبدالحق چوہان	۹
عزیزان اہل سنت کے نام (نظم)	محمد عمر فاروق	۱۸
نظریہ امامت	حکیم محمود احمد ظفر	۱۹
عمر ثانی	شاہ بلیغ الدین	۲۵
دودھ میں پانی (نظم)	محمد اکرام تائب	۲۷
وطنِ عزیز کے چوالیس سال	مولانا سعید الرحمان علوی	۲۸
عورت اور پردہ	پروفیسر خالد شبیر	۳۴
نشانِ عبرت	ابوسفیان تائب	۴۱
جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء	پروفیسر محمد منور	۴۲
زبان میری ہے بات ان کی	خادم حسین	۴۸
انحرافی قوتیں	ڈاکٹر خالد علوی	۵۰
اسلامی معاشرت	مسز انجمن آراء صدیقی	۶۰
حسنِ انتقاد	مولانا سعید الرحمان علوی	۶۳

دل کی بات

وطن عزیز کی سب سے بڑی طاقت فوج ہے۔ ۵۷ء سے ۸۷ تک فوج نے بڑے ٹھاٹھ سے پاکستان پر راج کیا، پاکستان میں کچھ مدت کیلئے بھٹو نے فوج کو بریک کیا مگر فوج نے جلد ہی مزاج درست کر دیئے۔ حکمرانوں کو فوج نے لگام دی۔ سیاستدانوں کو سیدھی سمت چلنا سکھایا اور اپنی پسند کے شخص کو مقتدر بنایا یہ پاکستانی فوج کا ہی کمال ہے اس باکمال ادارے کا ایک باکمال انسان گزشتہ دنوں بڑے سلیقہ سے اپنے گھر چلا گیا اور تمام سیاسی جواریوں کی امیدوں پر پانی پھیر گیا مرزا اسلم بیگ نے بڑے سکون کے ساتھ سیاستدانوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور ان کی تمام پیش گوئیوں کو خاکستر کر دیا بھٹو جو فوج کو رسوا کرنے والا واحد پاکستانی حاکم تھا اسکی ہونہار بیٹی اپنے لاؤ لشکر سمیت بیچ چوراہے کے پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی اور بالآخر نوابزادہ نصر اللہ خان کے آرش "ایشتاغ" میں ستانے چلی گئی۔ زندہ باد نصر اللہ خان زندہ باد۔ ہمارے موجودہ حکمران اور ماضی کے نیک و بد تمام حکمران اپنی دُھری شخصیت کی وجہ سے پاکستان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ اقتدار سے پہلے اسلام کا وظیفہ اور تسبیح بدست اور اقتدار کے بعد کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے۔ کا مکروہ منظر۔ جناب نواز شریف منصورہ تو سر کے بل بھی چلے گئے کہ قاضی حسین احمد صاحب نے سودا نقد چکانے کا فیصلہ سنا دیا مگر نواز شریف صاحب کو اللہ کے ہاں حاضری اور حضور علیہ السلام کو منہ دکھانے کے جذبہ نے اپنی ترجیحات بدلنے پر آمادہ نہ کیا! یہاں تک کہ ان کی "عقیدتوں" کے مرکز تجلیات داتا گنج کی قبر دھلا پانی بھی ان کے دل کو غسل "طہارت" نہ دے سکا، شالا کسی دل پر مہر نہ لگ جائے!

علما کرام! آپ ۵۵ء سے سیاست کی تنگنائے میں ڈبکیاں لے رہے ہیں۔

ترا چہ حاصلے؟ کشت خرابے

والا حال ہے آپ نے نواز شریف کے چاروں طرف گھیرا ڈالا ہوتا اور اتفاق و اتحاد کی بیرونی فضا سازگار اور مضبوط کی ہوتی تو نواز شریف کیلئے کہیں جائے مفر نہ ہوتی اے کاش آپ بار بار کی ہزیمت سے کوئی سبق حاصل کرتے اور اپنا قبلہ درست کرتے

روس

برطانیہ کے سرمایہ دارانہ نظام میں رہتے ہوئے معاشی انقلاب کا خواب دیکھنے والا یہودی مفکر اگر آج زندہ ہوتا تو اپنے ناخلف فرزندوں کے کارناموں پر چار حرف بھیجتے ہوئے اپنا منہ نوچ لیتا جس اقتصادی و معاشی پریشانیوں اور بدحالیوں کا حل اس یہودی فرزند نے کمیونزم میں تلاش کیا تھا اور پوری دنیا کو یہ باور کرا دیا تھا کہ قوموں کی ترقی "عقیدہ و عمل" میں مضمر نہیں بلکہ معاش و اقتصاد کے اس فلسفے میں پوشیدہ ہے جو اس نے ایجاد کیا ہے۔ ہر چند کہ ایک زمانہ اس کا معترف ہوا لیکن نظام سرمایہ داری کے یہودی ماہرین نے کمیونزم کے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ آزاد یہودیت نے پابند یہودیت کو شکست فاش دیدی۔ گورباچوف کے اصلاحی نظام اور آزادی کے نعرہ نے روس میں نظام سرمایہ داری کو فاتح بنا دیا۔ کمیونزم کی گھٹن نے بغاوت کی اب یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ روس میں تقریباً روزانہ ایک ریاست کے آزاد ہونے کی اطلاعات آرہی ہیں۔ باغیوں نے کمیونزم کے بانیوں کے مجسموں کو روند ڈالا اور اشتراکی انقلاب کی تمام یادوں کو مٹا ڈالا وہ شدت جو انقلاب روس ۱۹۱۷ء میں تھی اس سے کہیں زیادہ شدت اب پھر انقلاب روس ۱۹۹۱ء میں ہے۔

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاس (القران الحکیم)

کائنات کا وجود اور اس میں ہونے والے تمام تغیرات اللہ کی طرف سے ہیں مادی تعبیر کرنے والوں کو اب ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔ کس طرح ایک متکبر و مغرور و نخوت و تمکنت کا پیکر یہودی اشتراکی یورپین ممالک اور امریکہ کے سامنے

معاش کی بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ کس نمی پرسد کہ بھیا کیستی" جبکہ دنیا بھر کے جدید ترین مادی وسائل سے بھی روس مالامال ہے۔ مگر بدحال ہے۔ روس کی زبوں حالی میں جہاں داخلی طور پر کمیونزم کے بد ترین جبر کو بنیادی درجہ حاصل ہے۔ وہاں خارجی طور پر امریکہ کی بین الاقوامی خارجہ پالیسیوں کا بھی بہت بڑا دخل عمل ہے۔ نہر سویز، جنگ رمضان سے لیکر خلیج کی جنگ تک ۳۶ برس کی امریکی حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ روس اپنے اندر ہی سمٹ کر رہ گیا جس سے اسکی معیشت پر تباہ کن اثرات مرتب ہوئے معاشی جکڑ بندیوں میں لوگ پہلے ہی گھرے ہوئے تھے۔ اور تنگ آ چکے تھے۔ رہی سہی کسر بیرونی سیاسی وفوجی شکستوں نے پوری کر دی اور سب سے بڑی اور آخری چوٹ جو رشیا پر پڑی وہ جہاد افغانستان ہے اور غالباً یہ پہلی جنگ ہے جو روسیوں نے تنہا لڑی اور یہیں ڈھیر ہو گئے۔ نہ صرف یہ کہ روسیوں نے افغانستان میں ذلت اٹھائی بلکہ اندرون ملک ان کی مفروضہ معاشیات کا تانا بانا بکھر کے رہ گیا

اور کمیونزم کے تمام تصورات اور عمارتیں دھڑام سے زمیں بوس ہو گئیں۔ جدید انقلاب روس سے مسلم لیگی حکمرانوں کو سب سے زیادہ عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور انہیں سوچنا چاہیئے کہ وہ کب تک قائد اعظم کا چھاتہ لئے اور مسلم لیگ کا ناطہ لئے اللہ اور اسکے رسول اور مسلم امہ کو دھوکہ دیتے رہیں گے۔ عقائد اور نظریات سے روگرانی کرنے والوں کا وہی حشر ہوتا ہے جو روس میں ہوا۔ جلد یا بدیر۔

جماعت اسلامی کے پچاس برس

جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دلّی دکن سے ہوتے ہوئے پٹھانکوٹ کی راہ لی دارالاسلام قائم کیا مٹھی بھر متوسلین سے کام کا آغاز کیا ترقیوں نے اس کے قدم چومے ہندوستان تقسیم ہوا سید صاحب نے لاہور مرکز بنایا دعوت و ارشاد کا عمل سریع النفوذ نہ ہوتا دیکھ کر سیاسیات کی راہ اپنائی اور یہ سمجھا کہ یوں دین طاقتور ہو گا مگر حسرتوں کا صحرا سینے میں لئے اللہ کو پیارے ہو گئے زندگی کے آخری برس صحابہ کے خلاف لکھی گئی جمہوری کتاب خلافت وملوکیت کے سبب بڑی حسرت و یاس

کے تھے میاں طفیل محمد صاحب نے ڈوبتی کشتی کو سہارا دینا چاہا مگر بوجوہ کامیاب نہ ہو سکے۔ قاضی حسین احمد صاحب نے دعوت و ارشاد کے کاشانے پر جماعت اسلامی کی عوامی مقبولیت کا علم لہرایا اور بڑی چابکدستی سے سید صاحب مرحوم کے خواب کو شرمندہ تعمیر کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے آج کل جماعت اسلامی اقتدار کی ایک مضبوط حلیف جماعت ہے۔ جو عوامیت کے ذریعے اسلام کو برسر اقتدار لانا چاہتی۔

مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ

جس نے آزمائے ہوئے کو آزمایا ندامت ہی اٹھائی۔

مدرسہ معمورہ ملتان کے شعبہ تعلیم النساء

بستانِ عائشہؓ

کے

درجہ حفظ قرآن میں

داخلہ جاری ہے

رابطہ کے لئے: بُستانِ عائشہؓ

دارِ بنی ہاشم۔ مہربان کالونی ملتان

فون: ۵۱۱۳۵۶-۷۲۸۱۳

کلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم | **بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم**

وہ صاحبِ کتاب و حکمت
وہ صاحبِ خطاب و رحمت
وہ صاحب بیانِ محکم
صلی اللہ علیہ وسلم

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ خصلتان لا شیٔ افضل و منہما الایمان باللہ والنفع للمسلمین وخصلتان لا شیٔ اعیب منہما الشرک باللہ والضرّ بالمسلمین

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے افضل کوئی خصلت نہیں اللہ پر ایماں (توحید) اور مسلمانوں کو نفع (فائدہ) پہنچانا
اور دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بری خصلت کوئی نہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا۔

وقالؐ علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بمجالسۃ العلما
واستماع کلام الحکماء فان اللہ تعلیٰ یحیی القلب
المیّت بنور الحکمۃ کما یحیی الارض المیتۃ بماء المطر

ا اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ں علم کی ہم نشینی اختیار کرو اور اہل دانش کی باتیں سنو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو حکمت کے نور سے ندہ کرتا ہے جیسے مردہ زمین کو بارش کے پانی سے زندہ کرتا ہے۔

[منبہات مترجم صفحہ (۵) لابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ]

سید عطاء المحسن بخاری

بانیٔ احرار، بطلِ حریت، حضرت امیر شریعت

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی نذر

ہر روز سفر،
مگر وسائل ناپید
دھوپ، حرارت، شدّت حدّت
ہر لحہ ایک صعوبت
جاڑوں کی یخ بستہ لمبی کالی راتیں
دہشت، وحشت، خوف
وارنٹ ہتھکڑیاں قید سزا اور جیل
تین سو ساٹھ دنوں میں
روز کئی تقریریں۔ آزادی کی تفسیریں
شعلہ، آگ، بگولہ، مضطر، پیچ و تاب اور سوز و ساز
گونج گرج، کڑکا دڑکا
خرمنِ افرنگ خاک سیاہ
واہ عطاء اللہ شاہ، زندہ باد عطاء اللہ
تیرا دشمن روئے سیاہ

مولانا محمد عبد الحق چوہان

تنقیدِ صحابہؓ کا ایک اور انداز

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے والوں کی تنقیص کے مختلف عنوانات ہیں۔ بعض لوگ تو سیاسی انداز میں انکی سیاسی پالیسی پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ لوگ پہلے ایک نظام سیاست کا تصور پیش کرکے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہے اسلام کا نظام سیاست پھر اسی وضع کردہ نظامِ سیاست کو "معیارِ حق" متعین کرکے اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سیاسی عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس پر تنقید کرتے ہیں۔ مودودی نے اپنی رُسوائے زمانہ کتاب "خلافت وملوکیت" میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاسی عمل کو اسی طریقہ سے ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ اس کے علاوہ ناقدینِ صحابہ کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو صحبت نبوی کی مدت کم مقدار میں میسر ہوئی ہے ان پر تنقید کرتے ہوئے اس طرح کی تکبر آمیز گفتگو کرتے ہیں کہ صحابہ کی فلاں جماعت کو اتنی کم مقدار میں صحبت نبوی حاصل ہوئی ہے کہ اخلاق وکردار کے اعتبار سے ان کی قلب ماہیت پیدا نہ ہوسکی۔ یہ طریقہ "تنقید بھی مودودی نے "خلافت وملوکیت" میں متعدد مواضع پر استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عُمّال پر تنقید کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں کہ:

> دوسرے یہ کہ اسلامی تحریک کی سربراہی کیلئے یہ لوگ موزوں بھی نہ ہوسکتے تھے۔ کیونکہ وہ ایمان تو ضرور لے آئے تھے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتربیت سے ان کو اتنا فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ ان کے ذہن اور سیرت وکردار کی پوری قلب ماہیت ہوجاتی (صفحہ ۱۰۹)

اسی طرح یہ طریقہ "تنقید" ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی" نے بھی اپنے ایک طویل مضمون میں اختیار کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون "خانوادۂ نبوی کی بحث سے متعلق آخری وضاحت" کے

عنوان سے ہفت روزہ تکبیر کراچی ۷ مئی ۱۹۹۰ء میں شریک اشاعت ہے۔ ڈاکٹر رضوان کا یہ مضمون محترم شاہ بلیغ الدین صاحب کے ایک مضمون کے تعاقب میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے علمی مقام کا خود ان الفاظ سے تذکرہ کیا ہے۔

یہ ناچیز طالب علم حجاز مقدس اور مصر میں ازاد تعلیم کے بعد دمشق یونیورسٹی اور پھر کیمرج میں ڈاکٹریٹ کا طالب علم بھی رہا ہے۔ ندوہ میں تو اس نے صرف ایک سال گزار کر عالمیہ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ لیکن عرب ممالک میں اس نے اپنی تعلیم کے آٹھ سال گزارے تھے۔ پھر یہی طالب علم لیبیا وسعودی عرب کی یونیورسٹیوں میں ۱۴ سال تک اسلامی تاریخ وتمدن کا پروفیسر رہا ہے۔

باوجود اس ہمہ دانی اور تعلّی کے آپ کو یہ معلوم نہیں کہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے وفات کے لحاظ سے کون آخری ہے۔ ڈاکٹر صاحب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ :

اور سب سے آخر میں وفات پانے والے سعید بن زید ہیں جن کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق صحیح نہیں کیونکہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے آخر میں فوت ہونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سعد کے تعارف میں تحریر کرتے ہیں :

ابو اسحٰق احد العشرۃ	یعنی حضرت سعد ابن ابی وقاص جنکی
واوّل من رمی بسھم	کنیت ابو اسحٰق ہے، اور وہ جماعت عشرہ
فی سبیل اللہ ومناقبہ	مبشرہ کے ایک فرد ہیں، اور ان کو
کثیرۃ مات بالعقیق	یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ انہوں نے
سنۃ خمس وخمسین	اسلام میں اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے
علی المشھور وھو آخر	تیر پھینکا ان کے بہت سے مناقب ہیں۔
العشرۃ وفاۃ ؎	مشہور قول کے مطابق ۵۵ھ کو مقام

عقیق میں انکی وفات ہوئی اور وفات کے اعتبار سے عشرہ مبشرہ میں یہ آخری ہیں [تقریب التہذیب ص۹]

ڈاکٹر رضوان اسی طریقہ تنقید کے تیشہ سے حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر مشق ستم کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

حضرت ابوالعاص ابن الربیع (حضرت زینب کے شوہر اور بحیثیت مسلمان یک سالہ داماد) کا لقب شیر بطحا نہیں تھا۔ اُنہوں نے کسی غزوہ میں حضور صلعم کے ساتھ شرکت نہیں کی۔

یہ تنقیدی جملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دامادِ محترم کے متعلق ہے جن کی مدح و ثنا ء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر ان الفاظ سے بیان فرمائی :

ثم ذکر صھراً لہ من بنی عبد الشمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ فاحسن قال حدثنی فصدقنی و وعدنی فوفانی	اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس میں سے اپنے داماد کا تذکرہ کیا۔ اور دامادی کے حقوق کی ادائیگی میں انکی بہت اچھی تعریف بیان کی آپ نے فرمایا۔ اس نے مجھ سے جو بات کی اس کو سچا کر دکھایا اور جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔
[ابو داؤد ص۲۸۳ ج۱]	

جن لوگوں نے حضراتِ صحابہ پر اس طریقہ سے تنقید کی ہے اُنہوں نے یہ سمجھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خانقاہی سجادہ نشین ہیں تاکہ جو مریدان کی خدمت میں قلیل عرصہ تک حاضر رہے گا وہ درجۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں آپ کے رُخِ انور پر ایک نظر ڈالنے والا شخص بعد میں آنے والے لوگوں کے غوث و قطب سے افضل ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اصولِ حدیث کی مشہور کتاب "تدریب الراوی" میں تابعی کی تعریف کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ وہ مومن شخص ہے جس کو صحابی کی صحبت حاصل ہوئی ہو۔ اس تعریف کی قیود کے فوائد کے متعلق فرماتے ہیں کہ صحابی کی تعریف میں ہے کہ وہ مومن شخص جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات حاصل ہو صحبت اور ملاقات کے اعتبار کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابیت کے لئے صرف ملاقات ہی کافی ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسی صفات اور انکی تاثیرات میں اتنی قوۃ اور نفوذ تاثیر کی طاقت ہے کہ صرف ملاقات ہی کے باعث انسانی صفات اور ملکات میں قلب ماہیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی لوگ خواہ وہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ جبتک ان کے ساتھ شرف صحبت حاصل نہ ہو اس وقت تک ان کے تزکیہ و تربیت کے آثار نمودار نہیں ہو سکتے۔

قال الخطيب هو من صحب صحابياً۔ ولا يكتفى فيه بمجرد اللقى۔ بخلاف الصحابى مع النبى صلى الله عليه وسلم لشرف منزلة النبى صلى الله عليه وسلم فالاجتماع به يؤثر فى النور القلبى اضعاف ما يؤثره الاجتماع الطويل بالصحابى وغيره من الاخيار

{تدریب الراوی ص۲۳۴ ج۲ النوع الاربعون}

خطیب بغدادی نے تابعی کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ شخص جس کو صحابی کی صحبۃ حاصل ہوئی ہو۔ اور تابعی کی تعریف میں صرف ملاقات کو کافی نہیں سمجھا گیا بخلاف صحابی کے کیونکہ بوجہ علو مرتبۃ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیۃ کے تحقق وثبوت کے لئے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہی کافی ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی تاثیر ہے جو قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس نور سے ہزار ہا حصے زیادہ ہے جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی برگزیدہ افراد کی طویل صحبۃ کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی۔

اسی حقیقت ثابتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیف السنۃ المسلول الشیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی قدس سرہٗ المتوفی ۷۲۸ھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

لا تسبوا اصحاب محمد فلمقام احدهم ساعة يعنى مع النبى صلى الله عليه وسلم

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق زبان درازی نہ کرو کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک

خیر من عمل احد کم اربعین سنة وفی روایة وکیع خیر من عبادة احد کم عمرہ [منہاج السنة ص ۱۵۴ ج ۱]	لمحہ کے لئے بیٹھنا تمہارے چالیس سال کی عبادت کرنے سے بہتر ہے اور دکیع کی روایت میں ہے کہ تمہاری زندگی بھر کی عبادۃ سے بہتر ہے۔

آئمہ کی ان تصریحات کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ صحابہ کرام کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے ان کی رفعتِ شان اور فضیلت میں بعد میں آنے والے بزرگانِ ملت شریک و سہیم نہیں ہو سکتے۔ اور اس مقدس جماعت کے کسی فرد کے لئے یہ بات موجبِ طعن و تنقید نہیں ہو سکتی کہ ان کو صحبتِ نبوی کا زمانہ کم مقدار میں میسر آ سکا ہے۔ اس مقدار کی کمیت کے فرق سے ان کے آپس میں مراتب تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے لئے سب کے سب واجب الاحترام ہیں۔ خود قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اِن درجات کا تذکرہ موجود ہے:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی [سورۃ الحدید]	برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔

قرآن مجید کی تصریح کے بعد کہ جو لوگ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے ان کے لئے بھی "وعدۂ حسنیٰ" ہے۔ صحبت نبوی کے زمانہ کی مقدار کے کم ہونے کی وجہ سے کسی صحابی پر طعن و تنقید نہیں کی جا سکتی۔ پھر ڈاکٹر رضوان سے یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ اگر آپ ندوہ میں صرف ایک سال گزار کر عالمیہ کی ڈگری حاصل کر سکتے ہیں اور صرف اسی یکسالہ نسبت کی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ لفظ "ندوی" کا لاحقہ جزءِ لاینفک کی صورت اختیار کر سکتا ہے تو پھر صحبتِ نبوی کی تاثیر اتنی ضعیف اور غیر مؤثر ہے کہ حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کے لئے یکسالہ صحبتِ نبوی آپ کے عیّار ذہن میں اسکی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اسی طویل مضمون میں ڈاکٹر رضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی زورِ قلم صرف کیا ہے۔ ایک مقام پر شاہ بلیغ الدین کے اِس جملہ پر:

"ان کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے سب سے زیادہ مشابہ تھی"۔

ڈاکٹر صاحب تعاقب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

خلفاء راشدین اور ان صحابہ کی تنقیص ہے جن کو عشرہ مبشرہ بالجنۃ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ جو جلیل القدر صحابہ حضرۃ معاویہ کے اسلام سے قبل اکیس سال تک حضور صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور بعد میں بھی دو سال مزید ان کی نماز آنحضرت کی نماز سے مشابہ نہ تھی یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ وغیرہ پیچھے رہ گئے اور صرف دو سال کی صحبت میں امیر معاویہ ان صحابہ کرام سے جن کو السابقون الاولون (اسلام میں سبقت کرنے والے) کہا گیا ہے آگے بڑھ گئے۔

اس فقرہ کے تحت بلیغ الدین صاحب کی ناصبیت کھل کر سامنے آگئی ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس فقرہ کے قائل کی نشاندہی کریں۔ ڈاکٹر رضوان کی اس کوتاہی کو بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ عموماً ڈاکٹر رضوان "حضور صلعم" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ علم حدیث کے ماہر ہیں، حالانکہ اصولِ حدیث کا یہ اصول ہے:

ویکرہ الاقتصار علی الصلاۃ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے
وحدھا او التسلیم وحدہ کما	ساتھ صرف لفظ صلاۃ یا لفظ تسلیم کے ساتھ
یکرہ الرمز الیھما ب	اکتفاء کرنا مکروہ ہے جس طرح کہ صلاۃ وسلام
"ص" ونحوہ مثل "صلعم"	کی طرف لفظ "ص" یا "صلعم" کے ساتھ
وعلیہ ان یکتبھما کاملتین	اشارہ کرنا مکروہ ہے اور لکھنے والے پر لازم
(تیسیر مصطلح الحدیث از ڈاکٹر محمود الطحان ص۱۹۶)	ہے کہ ان دو الفاظ کو کامل طور پر تحریر کرے

اور ڈاکٹر صاحب اصولِ حدیث کے متعلق اپنی واقفیت، مہارۃ اور وسعتِ مطالعہ سے متعلق ایک مقام پر تعلی اور فخریہ انداز میں تحریر کرتے ہیں:

یہاں انہوں نے "صحیح" و "حسن" حدیثوں کی تعریف میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے مقدمہ مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ سے جو کچھ میرے جواب میں نقل فرمایا ہے، وہ بھی عجیب شئے ہے میں نے تو ساتویں صدی کے مشہور محدث عمر بن عبد الرحمٰن المعروف بابن الصلاح

سے ایسی احادیث کی تعریف بیش اور وہ تین سو سال بعد کے ایک ہندوستانی محدث کا قول نقل کر رہے ہیں جن کا ماخذ یہی مقدمہ ابن الصلاح تھا۔

اس ہمہ دانی اور تعلی کے باوجود ڈاکٹر نے مقدمہ ابن صلاح کے مؤلف کا اسم گرامی بھی صحیح نقل نہیں کیا کیونکہ ان کا نام عمر نہیں بلکہ عثمان بن عبدالرحمٰن ہے اور عمر ان کے فرزند کا نام ہے کیونکہ ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ اسی مقدمہ ابن الصلاح میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کامل طریقے سے تحریر کیا جائے اور نقص کے اس طریقہ سے احتراز کیا جائے کہ ان الفاظ کی طرف کوئی اشارہ کیا جائے یا صرف صلی اللہ علیہ بغیر "وسلم" کے تحریر کیا جائے۔

احدهما ان يكتبها منقوصة صورة رامزاً اليها بحرفين او نحو ذالك. والثانى ان يكتبها منقوصة معنى بان لا يكتب "وسلم"۔ [مقدمہ ابن الصلاح ص۹۲ النوع الخامس والعشرون]

نقص کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ میں صورت کے لحاظ سے نقص پیدا کیا جائے جیسا کہ دو الفاظ سے یا اس کے مثل کسی لفظ سے اسکی طرف اشارہ کیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معنوی طور پر اس میں نقص ہو، وہ یہ کہ بغیر "وسلم" کے یہ جملہ تحریر کیا جائے۔

ڈاکٹر کے اس تبلی زیغ بیان کرنے کے بعد اب اسی جملہ کے اصل قائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز کی مشابہت والا قول بلیغ الدین کا نہیں جس کی وجہ سے ان کو ناصبی ہونے کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ قول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ہے جس کو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منہاج السنۃ میں نقل کیا ہے۔ اگر یہ قول صحیح نہ ہوتا تو حافظ ابن تیمیہ جیسا نقاد شخص اس کو نقل نہ کرتا۔

عن ابى الدرداء قال ما رأيت احداً اشبه صلاة بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم من امامكم هذا يعنى معاوية: [منہاج السنۃ ص۱۸۵ ج ۳]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو تمہارے اس امام کے بغیر یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ڈاکٹر صاحب ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں :

پھر شاہ صاحب نے ازالۃ الخفاء کی دوسری جلد میں خلفاء راشدین کے مناقب و مآثر [کارگزاریاں] کے بارے میں تصنیف فرمائی ہے اور اس میں آخر میں صفحہ ۴۸۷ سے صفحہ ۵۵۷ تک حضرت علی کے مناقب و مآثر بیان کئے ہیں۔ اب وہ بقول امام احمد بن حنبل اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ احمق ہی کوئی شخص ہوگا جو اس کے باوجود حضرت علی کو چوتھا خلیفہ نہ سمجھے گا۔ اور خلافۃ خاصہ کو حضرت عثمان پر ختم کر دے گا — جو بلیغ الدین صاحب نے کیا ہے ۔

یہ بالکل درست کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعی چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور ان کی خلافت کا کون انکار کرتا ہے ۔ البتہ گدھے والی بات جو کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اس پر محدثین نے جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی تحریر کرنا چاہیئے ۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا پس منظر ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

وقالت طائفتہ لم یکن فی ذالک الزمان امام عام بل کان زمان فتنۃ ۔ وھذا قول طائفتہ من اھل الحدیث البصریین وغیرھم ولھذا لما اظھر الامام احمد التربیع بعلی فی الخلافۃ وقال من لم یربع لعلی فی الخلافۃ فھو اضل من حمار اھلہ انکر ذالک طائفتہ من ھولاء وقالوا قد انکر خلافتہ من لا یقال ھو اضل من حمار اھلہ	ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی بھی امام عام نہیں تھا ۔ بلکہ وہ فتنہ کا زمانہ تھا ۔ یہ بصری محدثین کا قول ہے ۔ اسی بنا پر جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ظاہر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں ۔ اور جو شخص ان کو چوتھا خلیفہ تسلیم نہیں کرتا وہ اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے ۔ تو ان محدثین نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر انکار کیا اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافۃ کا ایسے لوگوں نے انکار کیا ہے جن کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لوگ اپنے

یریدون من تخلف عنها من الصحابة ۔	گھر یلو گدھے سے زیادہ گمراہ ہیں۔ ان لوگوں سے ان محدثین کی مراد وہ صحابہ کرام تھے۔ جنہوں نے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی بیعۃ سے تخلف اختیار کیا ۔
[منہاج السنۃ ص۱۴۲ ج۳]	

اور وہ صحابہ کرام جنہوں نے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی بیعۃ سے تخلف اختیار کیا۔ وہ یہ حضرات ہیں :۔

وتخلف عن بیعته جمع من اکابر الصحابة فی المدینة سعد بن ابی وقاص۔ وسعید بن زید وعبد اللہ بن عمر و اسامة بن زید۔ والمغیرة بن شعبة وعبد اللہ بن سلام وقدامة بن مظعون وابی سعید الخدری۔ وکعب بن عجرة وکعب بن مالک والنعمان بن بشیر وحسان بن ثابت ومسلمة بن مخلد۔ و فضالة بن عبید وغیرهم من اکابر الصحابة فی الامصار	اور حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی بیعۃ سے اکابر صحابہ کی ایک جماعت نے تخلف اختیار کیا تھا۔ جیسے حضرۃ سعد بن ابی وقاص اور حضرۃ سعید بن زید۔ اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر اور حضرۃ اسامہ بن زید اور حضرۃ مغیرہ بن شعبہ اور حضرۃ عبد اللہ بن سلام اور حضرۃ قدامہ بن مظعون اور حضرۃ ابو سعید خدری اور حضرۃ کعب بن عجرہ اور حضرۃ کعب بن مالک اور حضرۃ نعمان بن بشیر اور حضرۃ حسان بن ثابت اور حضرۃ مسلمہ بن مخلد اور حضرۃ فضالہ بن عبید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور ان کے علاوہ اور اکابر صحابہ نے بھی شہروں میں آپ کی بیعۃ سے تخلف اختیار کیا۔
[اِتمام الوفاء ص۲۰۸]	

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه وصفوته بریته محمد و علی آله واصحابه وازواجه المطهرات اجمعین۔ آمین ثم آمین!

محمد عمر فاروق

عزیزانِ اہلِ سُنّت کے نام

مرے عزیزو مرے جیالو

تمہاری راہوں میں آندھیوں کے ہزار طوفاں اگرچہ آئیں
کسی کا دستِ نگر نہ ہونا، نہ تم کسی سے سوال کرنا
حصولِ مقصد کی جستجو کو کبھی بھی مدھم نہ ہونے دینا
لُٹا کے جاں کی عزیز پونجی لہو سے روشن چراغ کرنا

کبھی نہ تکیہ تم ان پہ کرنا

تمہارے دیں کو جو ڈس رہے ہیں
وہ سیاہ فطرت ہیں سیہ دہن ہیں
نبیؐ کی اُمت کا جو کفن ہیں

وہ کتنی صدیوں سے منہ کو کھولے
تمہارے ایماں نگل رہے ہیں

مرے رفیقو!

یہ یاد رکھنا

وہی تو ہیں یہ کمینہ خصلت، یہ تیرہ باطن
کہ جن کے دستِ ستم سے میرے
فرشتہ سیرت امیرِ عثمانؓ قتیلِ تیغِ جفا ہوئے ہیں

لعین و ارذل ---- یہی ہیں جلاد

جن کے سفاک خنجروں پر حسینؓ کا لاشہ تڑپ چکا ہے
"سبائی" "حیلے" "تکیمی" چالیں
تمہارا رستہ رکاوٹوں سے کٹھن بنائیں تو دوست دارو!
"خمینی لمحوں" کی اس گھڑی میں
تم عصرِ حاضر کے "اَشتروں" کو
امامِ سادسؓ (۱) کی حکمتوں سے
فنا کی وادی میں پھونک دینا

تو

بانہیں کھولے،
تمہاری خاطر، تمہاری منزل
تمہارے سینے سے آ لگے گی

*

---

(۱) خلیفۂ راشد ششم امیر المومنین سیدنا معاویہ سلام اللہ علیہ

حکیم محمود احمد ظفر ـ سیالکوٹ

(قسط ۵)

امامت و خلافت

دلیل دوم

دوسری دلیل جو سیدنا علیؓ کی خلافت اور امامت پر دی جاتی ہے وہ بھی ایک حدیث نبوی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا تو آپ نے سیدنا علیؓ کو عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے مدینہ طیبہ میں اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ بعض حضرات نے آپ سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو غزوہ میں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جا رہے؟ سیدنا علیؓ کو یہ بات ناگوار گذری، لہٰذا انہوں نے جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ "آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دلجوئی کے لیے ارشاد فرمایا

الا ترضی ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسٰی الا انہ لیس نبی بعدی

کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میرے لیے بمنزلہ ہارونؑ کے ہو، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۳۳، جلد ۱ ص ۵۲۶، مسلم جلد ۲ ص ۲۷۸، طبری جلد ۲ ص ۳۶۸، ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۲۴، البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۷)

ں حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد سیدنا علیؓ کو خلیفہ سمجھتے تھے، لیکن حدیث میں سا کوئی لفظ موجود نہیں جس سے یہ مطلب لیا جا سکے کیونکہ

۔ ہارون علیہ السلام کو سیدنا موسی علیہ السلام نے عارضی طور پر اپنی غیر حاضری میں خلیفہ مقرر کیا تھا آپ جب کوہ طور سے ا پس تشریف لائے تو سیدنا ہارون علیہ السلام خلیفہ نہ رہے گو وہ مستقل طور پر نبی تھے، یہاں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔

۲۔ اس قسم کی خدمت قرابت نسبی کی وجہ سے اپنے بیٹے یا داماد ہی کے سپرد کی جا سکتی ہے تاکہ وہ مستورات اور بچوں کی نگرانی کرے، ایسی خدمت کو خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ یہ مسلم ہے کہ سیدنا ہارون علیہ السلام سیدنا موسی علیہ السلام کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے تھے، پھر خلیفہ کیسے ہوئے؟ ب مشبہ بہ (جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو) ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشبہ (جس کو تشبیہ دی گئی ہو) کی خلافت کیسی؟

۴۔ اس حدیث میں سیدنا ہارون علیہ السلام سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی گئی ہے ورنہ وہ نبی تھے۔ سیدنا موسی علیہ السلام سے عمر میں بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے۔ سیدنا علی میں ان اوصاف میں سے ایک بھی وصف نہیں پایا جاتا۔ پھر اس حدیث سے خلافت بلا فصل پر استدلال کیا معنی؟

۵۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے سیدنا علی کو سیدنا ہارون علیہ السلام سے مشابہت دی ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کس شے میں مشابہت دی ہے۔ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

علم بیان کی رو سے تشبیہ کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱- مشبہ جس کو تشبیہ دی جائے

۲- مشبہ بہ جس شے سے تشبیہ دی جائے

۳- حرف تشبیہ جس حرف سے تشبیہ دی جائے

۴- وجہ شبہ جس وجہ سے تشبیہ دی جائے۔

اس لحاظ سے اس حدیث میں سیدنا علی مشبہ ہیں اور سیدنا ہارون علیہ السلام مشبہ بہ اور "منزلت" حرف تشبیہ لیکن وجہ شبہ کیا ہے حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ ویسے بھی جب کوئی تشبیہ دی جاتی ہے تو وجہ شبہ کا الفاظ میں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ اسے قاری یا سامع کے ذہن پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ اس بات کا خود فیصلہ کرے کہ مشبہ کو مشبہ بہ کے ساتھ کس بات میں تشبیہ دی جارہی ہے۔ علم بیان کی رو سے وجہ شبہ کو الفاظ میں بیان کرنا فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے۔ اس شے کو ایک مثال سے سمجھئے۔ اردو زبان میں کسی بہادر آدمی کے بارے میں بعض دفعہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی تو شیر کی مانند ہے۔ اس کو کس بات میں شیر کہا گیا، یہ بات سننے والے پر چھوڑ دی گئی سننے والا اگر پڑھا لکھا اور دانشور ہے تو وہ فوراً سمجھ جائے گا وجہ شبہ بہادری ہے، کیونکہ جس کو شیر کہا جارہا ہے اس کی نہ تو شکل شیر جیسی ہے، نہ بال شیر جیسے اور نہ ناخن اور پنجے شیر جیسے ہیں۔ لیکن سمجھنے والا فوراً سمجھ گیا کہ وجہ شبہ بہادری ہے اور اس شخص کی بہادری کو شیر کی بہادری سے تشبیہ دی جارہی ہے۔

اب اس حدیث میں سیدنا علی کو سیدنا ہارون علیہ السلام سے جو تشبیہ دی گئی ہے وہ تشبیہ نبوت میں نہیں دی گئی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ازالہ اگلے جملہ میں فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، حالانکہ سیدنا ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ معلوم ہوا کہ تشبیہ نبوت میں نہیں۔

یہ تشبیہ خلافت میں بھی نہیں کیونکہ سیدنا ہارون علیہ السلام سیدنا موسی علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں ہوئے، بلکہ سیدنا موسی علیہ السلام کی زندگی ہی میں انتقال فرماگئے تھے اور موسی علیہ السلام کے بعد سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام ان کے خلیفہ ہوئے۔ جبکہ سیدنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بھی کئی سال تک زندہ رہے۔

اس طرح سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد میں بھی کوئی خلیفہ نہیں ہوا جبکہ سیدنا علی کی اولاد میں سیدنا حسن وغیرہ خلیفہ ہوئے۔ اگر سیدنا علی کی اولاد خلافت سے محروم ہوتی تب بھی یہ گمان ہوتا کہ وجہ شبہ یہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وجہ شبہ کوئی اور ہے اور یہ تشبیہ کسی اور سلسلہ میں دی جارہی ہے چنانچہ حدیث پر غور کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ یہ مشابہت دراصل سیدنا ہارون علیہ السلام کی اس وقتی خلافت کے ساتھ دی جارہی ہے جو موسی علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے سے قبل ان کو قوم میں دی تھی جب کہ قوم سامری کی حیلہ سازی سے زبردست اختلاف کا شکار ہوئی۔ قوم کی جمعیت پراگندہ اور اس کی وحدت میں تشتت و افتراق کی دراڑیں پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ قرآن حکیم نے کئی سورتوں میں اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے کہ سیدنا موسی علیہ السلام کے جانے کے بعد سامری نے بچھڑا بنایا، لیکن تورات کے مطابق تہمت سیدنا ہارون علیہ السلام پر لگائی گئی کہ انہوں نے یہ گوسالہ بنایا۔ بنی اسرائیل اسی گوسالہ کی پوجا کرنے لگے۔ سیدنا ہارون علیہ السلام نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی لیکن قوم نے ان کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا بلکہ الٹا انہیں قتل کرنے کے درپے ہوگئے۔

بالکل اسی طرح کے واقعات سیدنا علیؓ کے ساتھ پیش آئے۔ آپ جب خلیفہ ہوئے تو کچھ لوگ سیدنا عثمانؓ کے قصاص کے مسئلہ کے باعث آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرسکے اور کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر بیعت نہ کی کہ جب سب لوگ بیعت کرلیں گے تو ہم بھی بیعت کرلیں گے۔ اور جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ بھی بالآخر آپ کے سخت مخالف ہوگئے یہاں تک کہ آپ کو قتل کی دھمکیاں دینے لگے اور آپ پر حکم چلانے لگے۔ امت کی وحدت پارہ پارہ

ہو گئی یہاں تک کہ صفین اور جمل کی جنگوں میں مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ علاوہ ازیں شہادت عثمان ذوالنورین میں سیدنا علی کو متہم کیا جانے لگا حالانکہ آپ اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے جملے میں آئندہ کی صورت حال بیان فرما دی۔

شیعہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی کو خلیفہ بلافصل بنانے کے بارے میں کہا تھا یہ بالکل غلط ہے بلکہ خلیفہ نہ بنانے کے بارے میں کہا تھا، کیونکہ سیدنا ہارون علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں بنے تھے بلکہ ان کے بعد سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام خلیفہ بنے تھے، لہذا سیدنا علی کے امام اور خلیفہ بننے کے بارے میں کیسے کہا جا سکتا ہے؟

دوسری بات یہ ذہن میں رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیوی زندگی میں اپنے قرابت داروں کو حکومت کے عہدوں سے دور رکھا اور آپ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی ہاشمی کو کسی صوبے کا گورنر نہیں بنایا۔ آپ نے جن لوگوں کو اپنی زندگی میں مختلف صوبوں کا گورنر بنایا وہ سارے کے سارے غیر ہاشمی تھے۔ اور آپ نے ان کو ان کی دو صفات دیکھ کر گورنر بنایا۔ ایک یہ کہ وہ اس عہدے کا اہل ہو دوسرا یہ کہ وہ طلب حکومت سے بے نیاز ہو۔

یہ تو گورنر حضرات کی بات ہے۔ آپ نے تو کسی ہاشمی عورت کو ام المومنین کے شرف سے نہیں نوازا۔ امہات المومنین میں اموی، مخزومی، ہلالی، ہارونی، عزوی اور قبطی سبھی قبائل میں سے تھیں لیکن ان میں ہاشمی کوئی نہیں تھی۔

لہذا یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو چھوڑ کر سیدنا علی کو اس حدیث کے ذریعے خلیفہ مقرر فرمانے کا اظہار فرماتے، بلکہ آپ نے تو اس حدیث کے ذریعے اس بات کا اظہار فرمایا کہ جب حضرت علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو اس وقت امت مسلمہ کا وہی حال ہو گا جو سیدنا ہارون علیہ السلام کے خلیفہ بنائے جانے پر بنی اسرائیل کا ہوا تھا کہ وہ تشتت و افتراق کا شکار ہو گئے اور خود سیدنا ہارون علیہ السلام کو اپنی جان بچانا مشکل ہو گیا تھا۔

دلیل سوم

شیعہ حضرات سیدنا علی کی خلافت بلافصل پر ایک دلیل یہ دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ

سوائے اس کے نہیں ہے کہ حاکم تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت سے ولایت علیؓ پر جو استدلال کیا جاتا ہے وہ عقل و فہم سے بالکل بالا ہے، کیونکہ اس آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے سیدنا علیؓ کی ولایت ثابت ہو۔ اگر لفظ "ولی" سے استدلال کیا جاتا ہے تو یہاں اس لفظ کا اطلاق اللہ، رسول اور ان مومنوں پر کیا گیا ہے جو نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اس آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں۔ ان جمع کے صیغوں سے ایک فرد سیدنا علیؓ مراد لینا انصاف کا خون کرنا اور جہالت کا اظہار کرنا ہے۔ اگر اس آیت سے ولایت کا کوئی ثبوت ملتا ہے تو پھر ہر نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب خلافت اور امامت ہو سکتا ہے۔

تیسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ بقول شیعہ مفسر یہ آیت سیدنا علیؓ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ سیدنا عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ مشہور شیعہ مفسر علامہ طبرسی لکھتے ہیں۔

قال الكلبي نزلت في عبدالله بن سلام واصحابه لما اسلموا فقطعت اليهود موالاتهم

کلبی نے کہا کہ یہ آیت سیدنا عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے اسلام

قبول کیا اور یہودیوں نے ان سے دوستی ختم کر دی۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۳ ص ۲۱۰)

بتایا یہ جاتا ہے کہ سیدنا علیؓ نمازِ ظہر ادا کر رہے تھے۔ دو رکعتیں پڑھ چکے تھے۔ تیسری رکعت میں حالت رکوع میں تھے اور آپ نے ہزار دینار قیمت کی ایک شال اوڑھ رکھی تھی جو نجاشی نے بطور ہدیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ اور اس دوران ایک سائل آیا (اور سائل ایک فرشتہ تھا) اور عرض کی یا ولی اللہ! السلام علیک۔ آپ مومنین کے نہایت غمگسار ہیں مجھ کو کچھ عطا فرمائیے تو آپ نے وہ شال حالت رکوع میں اس سائل کی طرف پھینکی اور اشارہ کیا کہ اس کو اٹھا لو۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی

(اصول کافی، کتاب الحجہ ص ۲۸۹)۔

اس آیت میں "ولی" کا لفظ نہ تو حاکم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور نہ ہی متصرف بالامور کے معنوں میں بلکہ اس میں "ولی" کے معنی دوستی ہیں۔

اور "وھم راکعون" کو ماقبل سے حال بنانا بھی، کیونکہ اگر اسے حال بنایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حالت نماز میں زکوٰۃ ادا کرنا خارج از نماز زکوٰۃ ادا کرنے سے بہتر ہے، لیکن یہ بات نہ عقلاً درست ہے اور نہ نقلاً۔

قرآن حکیم میں "زکوٰۃ" کا لفظ "صلوٰۃ" کے لفظ کے ساتھ جب اکٹھا استعمال ہو تو اس سے مراد ہمیشہ "زکوٰۃ فرضی" ہوتی ہے۔ تو اس سے پتہ چلا کہ سیدنا علیؓ نہایت مالدار اور تونگر آدمی تھے کہ انہوں نے ایک ہزار دینار کا حلہ اور شال زکوٰۃ میں دے دی۔ حالانکہ حالت یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی قبل از خلافت پوری زندگی قلاشی اور ناداری میں گذری۔ ان کی تو حق مہر کی رقم سیدنا عثمانؓ نے اپنے پاس سے دی تھی۔ شیعہ حضرات کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علیؓ پوری زندگی مالی طور پر تنگدست رہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب "صحابہ کرامؓ اور اہل بیت نبوت کے تعلقات"۔

سیدنا علیؓ خود بھی اپنے کو امام نہیں سمجھتے تھے

سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علیؓ خود بھی اپنے کو منصوص من اللہ امام نہیں سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ نے کسی موقع پر بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ چنانچہ وفات نبوی کے بعد جب سیدنا صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو سیدنا علیؓ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ان کی بیعت کی اور کسی سے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے موقع پر مجھے خلیفہ بنایا تھا تم نے آج ابو بکرؓ کو کیسے خلیفہ بنا لیا۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ دوسرے روز جب بیعت عامہ ہو ئی، سیدنا ابو بکرؓ مسجد نبوی کے ممبر پر تشریف فرما تھے۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے حاضرین کو دیکھا تو سیدنا علیؓ بن ابی طالب کو موجود نہ پایا۔ آپ نے انہیں بلوایا۔ سیدنا علیؓ کے آنے پر آپ نے انہیں کہا۔ "آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ مسلمانوں کے اتحاد کی لٹھ کو توڑنا چاہتے ہیں"۔ سیدنا علیؓ نے جواب دیا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر کوئی الزام نہیں۔ پھر سیدنا علیؓ نے ان کی بیعت کی۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۴۹، جلد ۶ ص ۳۰۲، تاریخ الخلفاء ص ۶۹. السنن الکبریٰ جلد ۸ ص ۱۴۳)

حافظ ابن کثیر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت کی اسناد صحیح اور محفوظ ہیں۔

وفیہ فائدۃ جلیلہ وھی مبایعۃ علی ابن ابی طالب امّافی اول یوم اوفی الیوم الثانی من الوفاۃ وہذاحق

اس روایت سے سب سے بڑی مفید شے یہ ثابت ہوئی کہ سیدنا علی نے وفات نبوی کے بعد پہلے روز یا دوسرے روز سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت کرلی تھی اور یہی بات حق ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۴۹)

ابن جریر طبری نے بھی حبیب بن ابی ثابت سے ایک روایت اس بارہ میں نقل کی ہے کہ سیدنا علیؓ اپنے گھر میں تھے کہ انہیں پتہ چلا

قد جلس ابوبکر للبیعت فرج فی قمیص ماعلیہ ازارولارداء عجلا کراھیہ ان یبطئ عنھا حتی بایعہ ثم جلس الیہ وبعث الیٰ ثوبہ فاتاہ فتخللہ و یزم مجلسہ

کہ ابوبکرؓ بیعت خلافت کے لئے مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سیدنا علیؓ اپنے گھر سے اس تیزی سے باہر نکلے کہ آپ کے اوپر نہ ازار تھا اور نہ چادر۔ اور یہ جلدی اس وجہ سے تھی کہ کہیں بیعت میں دیری نہ ہوجائے حتیٰ کہ آپ نے سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت کی اور ان کی خدمت میں بیٹھے رہے اور وہاں سے آدمی بھیج کر گھر سے اپنی چادر منگوائی اور ابوبکرؓ کی مجلس کو لازم پکڑا

(طبری جلد ۲ ص ۴۴۷)

علامہ بلاذری نے بھی انساب الاشراف جلد ۱ ص ۵۸۵ پر اسی طرح کی ایک روایت نقل کی ہے۔

سیدنا علیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی کیوں بیعت کی؟ اس کا جواب سیدنا علیؓ اور سیدنا زبیرؓ بن العوام نے یہ دیا ہے۔

انا نری ابابکر احق الناس بھا انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس وھو حیّ، اسنادہ جید

بے شک ہم ابوبکرؓ کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غار کے ساتھی ہیں اور ثانی اثنین ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کا بدل وجان اعتراف کرتے ہیں اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات طیبہ میں انہیں لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا تھا۔ اس روایت کی سند عمدہ اور جید ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۵۰، جلد ۶ ص ۳۰۲، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۶۶، السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۸ ص ۱۵۲)

شیعہ مصنف شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید نے بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۵۰

شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی شیعی نے سیدنا علیؓ کی شہادت کے موقع پر ایک روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کے "خیر امت" ہونے کا اعتراف سیدنا علیؓ کے منہ سے کروایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے

انّ فی الخبر المروی عن امیرالمومنین علیه السلام لمّا قیل له الیٰ توصی فقال مااوصیٰ رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم فاوصیٰ ولکن ان ارادالللّٰہبالناس خیراً استجم عھم علی خیرھم کماجمعھم بعد نبیھم علی خیرھم بعد نبیھمّ علیٰ خیرھم فتضمن لمایکادیعلم بطلانه ضرورةً لانّ فیه التصریح القوی بفضل ابی بکر علبه وانّه خیرمنه. والظاھر من احوال امیرالمومنین علیه السلام والمشھور من اقواله واحواله جمله وتفصیلاً یقتضی انّه کان یقدّم نفسه علی ابی بکر وغیرہ

امیر المومنین سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میں وصیت کروں۔ لیکن اگر حق تعالیٰ شانہ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو ان کو ان میں سے کسی بہترین شخص پر جمع کردے گا جیسا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص پر انہیں جمع کردیا تھا۔ یہ بات اس چیز کو متضمن ہے کہ قریب ہے کہ اس کا بطلان معلوم ہوجائے کیونکہ

اس میں ابو بکرؓ کی فضیلت علیؓ پر تصریح قوی ہے اور یہ کہ ابو بکرؓ علیؓ سے بہتر ہیں۔ لیکن سیدنا علیؓ کے احوال اور اقوال سے اجمالاً اور تفصیلاً جو ظاہر اور مشہور ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو ابو بکرؓ وغیرہ پر مقدم جانتے ہیں۔

(تلخیص الشافی جلد ۲ ص ۲۳۷، قم)

طوسی شیعی کی یہ تاویل بالکل بے معنی ہے کہ سیدنا علیؓ اپنی ذات کو سیدنا ابو بکرؓ وغیرہ سے مقدم جانتے تھے۔ اس بات کا کوئی وزن نہیں۔ جب سیدنا علیؓ خود فرما رہے ہیں کہ "اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو ان کو ان میں سے بہترین شخص پر جمع کر دے گا جس طرح اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص پر انہیں جمع کر دیا تھا"

تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ سیدنا علیؓ سیدنا ابو بکرؓ کو رسول اللہ کے بعد سب سے بہتر اور افضل سمجھتے تھے اور اس بارے میں سیدنا علیؓ کو بہت سے اقوال کتابوں میں موجود ہیں۔

چنانچہ سیدنا علیؓ کے صاحبزادے سیدنا محمد بن علی المعروف بن الحنفیہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے ابا سیدنا علیؓ سے پوچھا

ای الناس سے خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر، قال قلت ثم من؟ قال عمرؓ----

(بخاری جلد ۱ ص ۵۱۸، ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۸۸)

آپ کے ایک شاگرد عبد خیر فرماتے ہیں کہ ایک روز سیدنا علیؓ کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ

خیر ھذہ الامہ بعد نبیھا ابو بکر و عمر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکرؓ ہیں اور پھر عمرؓ

(مسند احمد جلد ۱ ص ۱۱۵)

ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ ایک روز سیدنا علیؓ ابن ابی طالب نے خطبہ دیا۔ دوران خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

الا اخبرکم بخیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر الصدیق

لوگو! سن لو، میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر شخص کے بارہ میں بتاتا ہوں۔ وہ ابو بکرؓ صدیق ہیں۔

(مسند احمد جلد ۱ ص ۱۱۵، ص ۱۰۶، ص ۱۲۷)

سیدنا علیؓ سے اس بارے میں اتنی روایات مختلف کتابوں میں مروی ہیں کہ علامہ جلال الدین السیوطی نے اس بارے میں علامہ ذہبی کا ایک قول نقل کیا ہے۔

اخرج احمد وغیرہ عن علی قال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر و عمر قال الذھبی ھذا متواتر عن علی

امام احمد وغیرہ نے سیدنا علیؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرمؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ بات سیدنا علیؓ سے تواتر سے منقول ہے

(تاریخ الخلفاء ص ۴۵)

آپ کے عطیات: محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک: اکاؤنٹ نمبر ۲۹۴۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی، ملتان

شاہ بلیغ الدین

عمرِ ثانی

اللہ کے بندے عمر بن عبد العزیز کی طرف سے سپہ سالار منصور بن غالب کے نام ــــ !

موی خاندان کے سربراہوں میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بہت بڑے حکمران سمجھے جاتے ہیں، یہ ان فرمان ہے جو اُنہوں نے اپنے ایک سپہ سالار منصور بن غالب کے نام لکھا ہے۔ یہ فرمان لگ بھگ سنہ ھ کا ہے، مسلمان حکمرانوں میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے اُنہوں نے خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان حضرت علیؓ حضرت حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی پیروی کرنے کی کوشش کی اور زمانے کو عدل و انصاف کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ اپنے سپہ سالار منصور بن غالب کے نام اپنے فرمان میں اور باتوں کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ــــ کسی انسان کی دشمنی سے اتنا نہ ڈرو جتنا کہ ڈر تمہیں خود اپنے گناہوں سے ہو! قوّت وطاقت، شان وشوکت کی اتنی نگہبانی نہ کرو جتنی نگرانی تم کو اپنے گناہوں کی کرنی چاہیئے۔ یہ بات خوب اچھی طرح سے یاد رکھو کہ ــــ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں۔

فرشتوں سے مراد وہ دُو لکھنے والے فرشتے ہیں جن میں سے ایک انسان کی نیکیاں اور دوسرا انسان کی بُرائیاں لکھتا ہے۔ چونکہ وہ فرشتے عزّت و اکرام والے ہیں اس لئے اب ان کا نام ہی کراماً کاتبین پڑ گیا ہے ورنہ یہ ان کے نام نہیں ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے سپہ سالار کو یاد دلاتے ہیں کہ ــــ یہ فرشتے سفر وحضر میں تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتے ہیں! ان سے شرم کرو اور انکی نیک صحبت کا حق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں نہ کرو کہ اس سے ان فرشتوں کو دُکھ پہنچتا ہے، تم جہاد پر نکلے ہو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے راستے پر نکلے ہو۔ اس لئے یہ کبھی نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں یہ بات تو بھول کر بھی زبان سے نہ نکالنا کہ خواہ

ہم کتنے ہی گنہ گار کیوں نہ ہوں ۔ ہمارے دشمن ہم پر حاوی نہیں ہو سکتے ۔ یہ بڑا بول ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے ۔

ایک زمانے میں یہودی دنیا بھر سے یہتے پھرتے تھے کہ وہ اللہ کی محبوب قوم ہیں ، کوئی ان پر غالب نہیں آسکتا اور کوئی نبی ان کے سوا کسی اور قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے انکی تمام شیخیاں کرکری کر دیں ۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی قوموں کے گناہوں کی بدولت ان سے بدتر لوگوں کو ان پر مسلط کیا جا چکا ہے ۔

مشرقی پاکستان جب ہم سے ٹوٹا ہے اس وقت کے حالات ذہن میں لائیے ۔ اگر گناہگاروں اور پانچوں شرعی عیوب کے ماروں کے ہاتھ میں مجاہدوں کی کمان نہ ہوتی تو نوّے ہزار اللہ کے سپاہیوں سے کوئی ہتھیار ڈلوا سکتا تھا ؟ —— ناممکن ! اسی لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے سپہ سالار سے فرماتے ہیں کہ —— اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگو ! اقتدار کے نشے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے دُعائیں مانگتے رہو ! بالکل اسی طرح جس طرح فتح کے لئے اس سے دُعا مانگتے ہو ۔ میں اس بات کی اپنے اور تمہارے لئے دُعا کرتا ہوں ۔

اسلام نے قیادت کی بڑی ذمہ داریاں رکھی ہیں ۔ جو جتنے اختیارات کا مالک ہو گا ، اتنی ہی سخت اُس کی پرسش ہو گی ۔

تاریخ نے بتایا کہ عمر بن عبدالعزیز نفس کی بُرائیوں سے بہت ڈرتے تھے نہ اُنہیں اقتدار کی ہوس تھی نہ کوئی کام وہ قرآن وسنت کے خلاف کرتے تھے ۔ اُنہیں اپنی عاقبت نہیں ، مسلمانوں کی عاقبت اور دین کی حفاظت مطلوب تھی ۔ اس معاملے میں انہیں سخت آزمائش سے گزرنا پڑا ۔ عوام جتنا اُن کو چاہتے تھے اُن کے عزیز اور رشتہ دار اتنا ہی اُن سے گلہ کرتے تھے ۔ وجہ صرف یہ تھی کہ نہ وہ خود انصاف کے راستے سے ہٹتے تھے نہ کسی کو انصاف کا راستہ روکنے کی اجازت دیتے تھے —— وہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے ۔ رجب ۱۰۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ۔ چالیس سال عمر پائی ۔ اس میں مدینے کی گورنری کو چھوڑ کر ڈھائی سال اسلامی مملکت کے امیر رہے ۔ لیکن اس چھوٹی سی مدت میں اُنہوں نے ایسے کام کئے کہ سبھی مؤرخین انہیں —— عمر ثانی —— کہتے ہیں ۔

محمد اکرام تائب

دودھ میں پانی، مرچ میں بورا، کھانڈ میں کھاد ملاتا جا

سب کچھ لوٹ کے جانے والے ڈاکو یہ بتلاتا جا
اب میں دل کو کیا سمجھاؤں مجھ کو بھی سمجھاتا جا

اے دل رشوت خوروں کو تو مرغ کڑاہی کھانے دے
تو بس نظریں نیچی کر کے دال چنے کی کھاتا جا

اپنے باس کی جھڑکی پر تو اب اتنا مغموم ہے کیوں
اپنے سے جو کم تر ہیں تو ان پر رعب جماتا جا

گھر میں ایندھن ختم ہے اپنے سردی بھی ہے زوروں پر
تو بیوی کو گالیاں دے کر خون ذرا گرماتا جا

سب سے بڑھ کر رشوت جو دیں کام انہی کا کرنا ہے
جن کی صرف سفارش ہو بس ان کو تو ٹرخاتا جا

لے کر قرض نہ پھر لوٹانا دنیا کا دستور ہے یہ
تو نے جن کا قرض ہے دینا ان سے آنکھ چراتا جا

کاروبار کو تو نے بھی گر اے تائب چمکانا ہے
دودھ میں پانی، مرچ میں بورا، کھانڈ میں کھاد ملاتا جا

مولانا سعید الرحمن علوی

نقطۂ نظر

وطن عزیز کے چوالیس سال
اصلاح احوال کیوں کر ممکن ہے؟

زیر نظر مضمون مولانا محمد سعید الرحمن علوی کا بے لاگ تجزیہ ہے۔ قارئین کو اس کے بعض حصوں سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں پیش کئے گئے حقائق و شواہد اپنی جگہ مسلمہ ہیں جن سے انکار بھی ممکن نہیں۔ تاہم "نقطۂ نظر" کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین سے اتفاق و اختلاف کا حق قارئین محفوظ رکھتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۴ اگست کو ملک بھر میں پینتالیسواں جشنِ آزادی منایا گیا۔۔۔ وہی ۱۴ اگست جب دنیا کے نقشے پر پاکستان نام کی ایک نئی مملکت وجود میں آئی، گویا اس ۱۴ اگست کو اس مملکت کی عمر ۴۴ سال ہو گئی ہے۔ ان چوالیس سالوں میں کیا ہوا کیا نہیں ہوا؟ اس داستان کو دہرانے کا فائدہ نہیں، مختصراً

- وہ دو قومی نظریہ جو اس مملکت کی بنیاد تھا۔ بانی پاکستان کی پارلیمنٹ کی پہلی تقریر نے اس کی نفی کر دی۔
- اسلام جو اس مملکت کی اساس و بنیاد تھا اس کے عملی نفاذ کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش نہ ہوئی، اس کا راستہ روکنے کی کوششیں البتہ ہوئیں اور نفاذ کی ہر کوشش بے دلی سے ہوئی، دنیوی اغراض اور مجبوریوں کے سبب، ابتدائی دور میں اس کی مثال "قرار دادِ مقاصد" ہے تو اب "شریعت بل"
- اردو زبان جس کا تحریک پاکستان کے دوران بڑا چرچا تھا اس کا جنازہ مرحوم مشرقی پاکستان سے تو نکلا ہی تھا یہاں بھی اس کو اس کا جائز مقام نہ مل سکا۔
- پارلیمانی جمہوری نظام یا تو آنہ سکا آیا تو چل نہ سکا۔
- ابتداء سے ہی بیورو کریٹ اور فوجی طالع آزما اس ملک کے مقدر سے کھیلتے رہے۔
- فوجی طالع آزماؤں کے اعمال میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۷ء کے جزوی مارشل لاء ہیں تو ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۷ء کے مکمل مارشل لاء، جن کی مجموعی مدت بیس برس سے زائد ہے۔
- بیورو کریٹ کے کارناموں میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو کچلنا، ۱۹۵۴ء میں دستوریہ کو توڑنا اور اب ۱۹۹۰ء میں منتخب اسمبلی کو توڑنے جیسے دسیوں اقدامات ہیں۔
- اس دوران تین مرتبہ پاک بھارت جنگ ہوئی، بھارت کی مخصوص پالیسی اپنی جگہ، لیکن ہمارے ذمہ دار بھی اچھی روایت قائم نہ کر سکے۔

۱۹۴۸ء کی جنگ کے دوران رضا کاروں کے نام پر قبائلی بھیج کر ہم نے لوٹ مار کی روایت قائم کی تو ہمارے برطانوی فوجی سربراہ نے بانی پاکستان گورنر جنرل کا حکم نہ مان کر ہمارے غبارے سے ہوا نکال دی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ سے لالوں نے وہ حاصل نہ کیا جو تاشقند میں حاصل کر لیا۔

۱۹۷۱ء میں ہماری حماقتیں عروج پر تھیں ملک دولخت ہو گیا۔

اس خوفناک المیہ نے ہمارے اندر کیا انقلاب پیدا کیا؟ کیا تبدیلی ہوئی؟ ہم اچھے مسلمان بن گئے، پاکستانی سوچ ہم پر غالب آ گئی، مفاد پرستی، لوٹ کھسوٹ، رشوت و سفارش ختم ہو گئی؟ افسوس ہر سوال کا جواب نفی میں ہے۔

ہم دھوکہ، فریب اور فراڈ میں البتہ خود کفیل ہو گئے، کرایہ کے سپاہیوں کا کردار ادا کرتے ہوئے ہم نے ملک سے باہر بھی مسلمانوں اور انسانوں کی ہلاکت کا سامان کیا جس کی بد ترین مثال اردن کی سرزمین پر کھیلا جانے والا وہ کھیل ہے جس کے چیف جنرل ضیاء الحق تھے تو ان کے ساتھ خاقان عباسی سے امیر گلستان جنجوعہ تک بہت سے لوگ تھے۔ بیس ہزار فلسطینیوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا گیا اور اس کے صلہ میں ان لوگوں کو بڑی مراعات حاصل ہوئیں۔

اب حالت یہ ہے کہ

- خارجی حوالہ سے کسی پڑوسی ملک سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں نہ روس سے نہ ہندوستان سے نہ افغانستان سے اور مسئلہ افغانستان کے حوالہ سے ایران سے بھی اچانک ٹھننے والی ہے، خبریں شروع ہو چکی ہیں، رہ گیا چین تو اس کی دوستی کا چرچا بہت ہے لیکن ۱۹۷۱ء کی جنگ میں اس نے کیا جواب دیا اور اب اس کے انجینئر اغواء ہونے کا انجام کیا ہو گا؟

مشرق وسطیٰ کے اکثر ممالک سے ہمارے تعلقات میں کبھی گرم جوشی نہیں رہی، سعودیہ، کویت اور امارات جیسے ممالک کے اعلیٰ حلقوں میں ہمارا تعارف بھک منگی قوم کا ہے، اس حقیقت کا ثبوت کوئی بھی غیر جانبدار شخص وہاں آزادانہ گھوم پھر کر حاصل کر سکتا ہے۔

مشرق بعید کے مسلم ممالک سے تعلقات واجبی ہیں تو افریقہ کے مسلم ممالک کا ہماری سیاسی و خارجی ڈائریکٹری میں ذکر نہیں۔

تیسری دنیا کے ممالک کے معاملہ میں بھٹو کے کردار کا انجام دیکھ کر اب کوئی نام ہی نہیں لیتا۔

امریکہ کل بھی ان داتا تھا آج بھی ان داتا ہے، وہ کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہم نے کشکول توڑ دیا لیکن اس کے حکم سارے چل رہے ہیں جن کے نتیجہ میں ہر چیز کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ پالیسیاں تبدیل ہو رہی ہیں اور چند دن قبل لاہور چیمبر میں مسٹر اوکلے کی تقریر نے تو انتہا کر دی ہے۔

داخلی حوالہ سے نہ سیاسی استحکام ہے نہ معاشی، فرقہ واریت عروج پر ہے تو لسانی اور علاقائی گروہ اس حد تک منظم ہیں کہ ملک کے صدر اور وزیراعظم ہر وقت ان گروہوں کے قائدین کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ آج اگر یہاں کوئی طبقہ منظم ہے تو محض ڈاکوؤں کا، جنہوں نے انتظامیہ کو چیلنج دیا، پیر پگاڑا کے حروں کو چیلنج دیا اور حکومت کو رسوا کر دیا۔

انہوں نے سویڈش انجینئر کو قتل کیا، جاپانی طلبہ اغواء کئے اور اب چینی انجینئر ان کے قبضہ میں ہیں، جس

صوبہ میں یہ کام سب سے بڑھ کر ہو رہے ہیں وہاں کا وزیر اعلیٰ اسلام آباد کے اشارہ پر ہر دوسرے دن ہر جرم میں پی پی پی کی شرکت کا ذکر کر کے اسلام آباد والوں کی نفسیاتی بیماری کا علاج کر دیتا ہے اور بس۔ ڈاکوؤں کا علاج نہ اسلام آباد والوں کے پاس ہے نہ عصر رواں کے "میر صادق" کے پاس۔

پنجاب کا معاملہ داخلی حوالہ سے اچھا نہیں جرائم کثرت سے ہو رہے ہیں اور درویش وزیر اعلیٰ ہفتہ کے دو دن لازماً میاں چنوں گزار کر اپنے قصبہ کو پیرس بنانے کی فکر میں ہیں اب تو انہوں نے چار دن تک ساری حکومت کو میاں چنوں رکھا یا کی کھلوائی۔ مشاعرے کرائے، امریکہ سے ہندوستان تک شاعر منگوائے اور اپنی درویشی کا مظاہرہ کیا۔

اسلام آباد سے لاہور کراچی تک وزراء کی گاڑیوں اور ایسے معاملات کا خوب خوب چرچا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کمی کسی چیز کی نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ گزارہ کرنسی نوٹوں سے ہو رہا ہے محفوظ ذخائر سے نہیں، مہنگائی عروج پر ہے، امریکہ سے جاپان تک سب بگڑے ہوئے ہیں اور ہمارا سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق امریکہ میں چلا رہا ہے تو سرتاج عزیز یہاں معاشی عدم استحکام کی بات کر رہا ہے۔

مرکزی اور صوبائی حکومت کا حلیف ولی خان لاکھوں افغان پناہ گزینوں سے جنگ کی باتیں کر رہا ہے تو کل کا حلیف اکبر بگٹی اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا ہے اور پیر الطاف روزانہ کوسنے دے رہے ہیں۔

اسلام کے حوالہ سے قرار داد مقاصد سے موجودہ شریعت بل تک ایک دھوکہ ہے، فریب ہے، اسلام کے نام پر منافقت ہے، اسلام نازل کرنے والے رب قہار و جبار کے غضب کو دعوت دینے کی سبیل ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کی سنجیدہ کوشش اس وقت کی حکومت اور اپوزیشن ہر دو نے غارت کر دی ورنہ آج بیس سال بعد حالات کا رخ اور ہوتا۔

۱۹۷۷ء میں آئین کی حفاظت کا حلف توڑ کر ضیاء الحق نے شب خون مارا تو اپنا تعارف اسلام کے سپاہی کے حوالہ سے کرایا، سادہ لوح قوم نے اس کا اس طرح خیر مقدم کیا کہ ملک سے گھی، سوجی اور چینی کا سٹاک ختم ہو گیا۔ لیکن اقبال کے اس مرد مومن اور اسلام کے سپاہی نے ایک وعدہ ایفا نہ کیا،

- ۹۰ دن میں انتخابات کا ایک مرتبہ اعلان کیا، پھر دوسری مرتبہ تاریخ دی، انتخابات کرائے تو غیر جماعتی، جن کے نتیجہ میں کرپشن انتہاء کو پہنچ گئی لسانی اور علاقائی قوتیں ابھر آئیں۔
- اس نے شریعت بل پیش کرا کر دوسری قوتوں کو اس کا راستہ روکنے کے لئے کھڑا کر دیا، غلام اسحٰق، جونیجو، اقبال، پیر پگاڑا اور وسیم سجاد کی ساری گیم انہی کی تھی جبکہ فقہ حنفی اور فقہ جعفری کی لڑائی بھی انہی کے زرخیز ذہن کی پیداوار تھی۔
- زکوٰۃ آرڈیننس کے ذریعہ اہل دولت کو دین و عقیدہ سے انحراف کا راستہ دکھلایا تو اہل دین کو بری طرح کرپشن میں ملوث کر دیا۔
- صرف حدود اور ایسے قوانین و آرڈیننسوں کے ذریعہ اسلام جیسے دین رحمت کو تعزیر و سزا کے دین کے طور پر متعارف کرایا۔
- اسلامی نظریاتی کونسل کے بے پناہ کام کو نظر انداز اور بائی پاس کر کے اور صحیح دستوری طریقہ نظر انداز کر

کے شرعی کورٹس کا رواج پیدا کیا، اس سے بعض لوگوں کی نوکری لگ گئی اور انتظامیہ کی رشوت کے ریٹ بڑھ گئے۔ **جبکہ ملک میں شرعی اور غیر شرعی دونوں قوانین کو ایک ساتھ چلایا گیا۔**

O لطف یہ کہ شرعی کورٹس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے کہ نہ وہ مالی معاملات سے متعلق مقدمات کی سماعت کر سکتے ہیں نہ معاشرتی و عائلی قوانین سے متعلق کوئی رائے دے سکتے ہیں۔

O **ضیاء مرحوم** کے بعد غلام اسحق نے مجبوراً انتخابات کرا کے بامر مجبوری بے نظیر کو اقتدار دے کر شروع سے ہی اس کے عدم استحکام کی کوششیں جاری رکھیں اسی کا شاخسانہ شریعت بل تھا جسے سینٹ میں بعجلت منظور کرا کر اسحق میاں نے مولانا سمیع الحق کا کیک کاٹا لیکن قومی اسمبلی میں منظوری سے قبل اس اسمبلی کا کریا کرم کر دیا۔

O پھر کمال درجہ بددیانتی سے ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دوسرے گروہ کو الیکشن جتوایا لیکن اب مولوی صاحبان کے شریعت بل کے بجائے ایک ایسا بل لایا گیا جس کی ایک شق کم از کم ایسی ہے جسے "کفر" کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا یعنی یہ کہ "قرآن و سنت سپریم لاء ہوں گے بشرطیکہ موجودہ سسٹم متاثر نہ ہو"

اس شریعت بل میں سودی نظام کو پھر غیر معینہ مدت کے لئے تحفظ دے دیا گیا۔

O عائلی قوانین کو تحفظ دے دیا گیا۔

حکمرانوں کو حسب سابق ہر قسم کے احتساب سے بالاتر قرار دیا گیا۔

حیرت ہے کہ مولانا عبدالستار نیازی کی سربراہی میں بننے والا شریعت محاذ یہ سب کچھ کیسے ہضم کر گیا؟ کیا محض اس لئے کہ نیازی، سمیع الحق اور قاضی حسین احمد آئی جے آئی کے نمائندے ہیں؟ اور آئی جے آئی کی حکومت سے انحراف ممکن نہیں۔

پھر سوال یہ ہے کہ ۲۱۷ کے ایوان زیریں میں جہاں پی ڈی اے کے "کافر" گنتی کے ہیں محض ۱۰۹ ووٹ کیوں آئے؟ باقی کہاں گئے، انہوں نے ووٹ کیوں نہیں دیئے۔

نیازی، قاضی اور سمیع الحق کے ساتھ ساتھ بہت سے ملا، پیر اور اس قماش کے لوگ ٹی وی پر اس طرح اچھل کود رہے ہیں جیسے خلافت راشدہ کا نظام قائم ہو گیا ہے۔

اس کا نظارا کرنا ہو تو سی این این اور پی ٹی این کے وہ پروگرام دیکھیں جنہیں "شیدے پنڈی وال" کی سرپرستی حاصل ہے اور مزید دیکھنا ہو تو نورجہاں پانے زئی سے بیگم عابدہ کے ننگے سر دیکھ لیں۔

اس بل سے عدالت، اوقاف، رویت ہلال اور مختلف کمیشنوں کے حوالہ سے بعض لوگوں کی نوکری پکی ہو گئی بعض کو اب مل جائے گی، اسلام اسی طرح منہ چھپائے ہماری منافقت کا ماتم کرتا رہے گا۔

صاحبو!

ضرورت اس بات کی ہے کہ

O سب سے ہم پہلے اپنے ایمان کی تجدید کریں، ہم سے مراد عوام نہیں، ہم سے مراد حکومت کے ارکان اور ایسے لوگ ہیں۔

O منافقت، دوغلہ پن اور بدعہدی کی سیاست و روایت کو خیرباد کہیں۔

O اسلام کے نام پر سیاسی و حکومتی دکان چمکانے کے بجائے اسلام کے اس عدل اجتماعی کی فکر کریں جس میں

نہ کوئی آقا ہو نہ غلام، مسجد کی صف میں ہی محمود و ایاز ایک صف میں نہ ہوں دستر خوان پر بھی ہوں۔ عدالت کے کٹہرے میں بھی ہوں۔

O اپنا تعلیم کا نظام درست کریں، قدیم و جدید کی تفریق ختم کریں اور ساتھ ہی ایچی سن اور ٹاٹ سکول کا فرق ختم کر کے ابتدائی سطح پر ایسا نظام تعلیم جاری و رائج کریں کہ پوری قوم کے بچے اس سے استفادہ کریں اور بڑے چھوٹے کی تمیز نہ ہو، ایک خاص سطح کی تعلیم سے کوئی محروم نہ ہو، گویا جبری تعلیم ہو۔

اس کے لئے مسجد سب سے صحیح جگہ ہے کہ یہاں عقائد کی اصلاح ہو گی، ذوق عبادت پیدا ہو گا اور تعلیم کی صحیح بنیاد پڑے گی۔ اس کے لئے مساجد کے جاہل عملہ سے استفادہ نہ کریں بلکہ جو اس قابل ہیں ان سے استفادہ کریں اور جو اس قابل نہیں ان کی جگہ جوہر قابل تلاش کر کے کام لیں۔

O ابتدائی تعلیم کے بعد بچوں کی ذہنی سطح کا لحاظ کر کے انہیں آگے بھیجیں اور ملکی ضروریات کا بھی لحاظ رکھیں، یوں ہر شعبہ منظم ہو جائے گا۔

O گریجویشن کی سطح تک عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دیں کہ اس طرح اگلی نسل دین اسلام کے حقیقی سر چشموں سے بہرہ ور ہو سکے گی۔

O انتخاب کے لئے ایسا ضابطہ بنائیں کہ کوئی رسہ گیر، چوروں اور ڈاکوؤں کا سرپرست، حرام خور اسمبلی میں نہ آسکے۔

O بیورو کریسی کے جملہ چھوٹے بڑے افراد کے لئے تربیتی کورسز کا مساجد میں انتظام کریں ان میں سے ہر شخص کی حاضری اس میں لازم ہو اس کورس کی کامیابی کے حوالہ سے ان کی ترقی ہو اور سالانہ رپورٹوں میں اس کا لحاظ رکھا جائے۔ ساتھ ہی نماز کی پابندی، قرآن سے واقفیت اور ذاتی زندگی میں پاکیزگی کو ان کی ترقی کا سبب بنایا جائے۔

O عدلیہ کے ارکان کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اسلامک لاء کے کورسز کا اہتمام کیا جائے اور جو اس میں ناکام ہو اسے گھر بٹھایا جائے۔

O سب سے بڑھ کر ضروری ہے کہ ملک میں جاگیرداری سسٹم اس طرح ختم کیا جائے جس طرح ہندوستان میں نہرو اور مصر میں جمال عبدالناصر نے ختم کیا۔

اس ملک کی زمینیں تمام تر خراجی ہیں افراد کا ان پر حق ہی نہیں سٹیٹ کا حق ہے سٹیٹ گزارہ یونٹ کے طور پر عوام کو دے پھر دیکھے کہ زرعی معاملات کا کیا بنتا ہے ہر طرف لہر بہر ہو جائے گی۔

O صنعتی پالیسی اس طرح ترتیب دی جائے کہ کم از کم پچاس فیصد حصص مزدوروں کے ہوں اور نظم و انتظام میں ان کا باقاعدہ حصہ ہو۔

O تعلیمی درس گاہوں سے پیشہ ور طلبہ کو نکال باہر کیا جائے یونین سسٹم ختم کر کے کونسلوں کا طریقہ کار استعمال کیا جائے جو طلبہ کے مسائل کے لئے رہنمائی کریں اور اساتذہ اور طلبہ کے درمیان موثر رابطے ہوں اس مقصد کیلئے کلاس کے لائق ترین طلبہ میرٹ کی بنیاد پر ممبر ہوں۔

O مدارس دینی اور مساجد میں اجارہ داری سسٹم ختم کر کے ان کا نظم بھی دور فاروقی کے طرز پر حکومت خود سنبھالے کیونکہ مدارس کے اجارہ دار ظلم و سفاکی میں دیہات کے وڈیروں سے کم نہیں۔

O ملک میں مروجہ خانقاہی سسٹم کا قلع قمع کیا جائے یہ مذہب کے نام پر استحصال کی بد ترین شکل ہے اس سے عقائد تباہ ہو رہے ہیں اور قوم کا بڑا حصہ شرک و بدعات کے اندھیروں میں ڈوب کر رہ گیا ہے اور شرک ناقابل معافی جرم ہے۔

اگر قوم کے مخلص افراد ان نکات پر سنجیدگی سے غور کریں اور ان کی روشنی میں اصلاح کا پروگرام وضع کریں تو انشاء اللہ جلد ہی اس قوم کی نیا پار ہو جائے گی ورنہ ہم آج ڈوبے یا کل۔

(بقیہ از ص ۲)

اہلِ ملک کی تقدیر کی بازی لگا دے؟

میاں ارشد حسین مرحوم کی زبانی جنرل اختر ملک کے بارے میں یہ تنقیدی کلمات سن کر مجھے مزید حیرت اس لیے ہوئی کہ میاں صاحب کو قادیانیوں کا ہمدرد سمجھا جاتا تھا، اور یہ تو عیاں ہے کہ ان کے بزرگوار میاں سر فضل حسین اور میاں افضل حسین کے قادیانی فرقے کے سربراہوں اور ان کے افرادِ خاندان سے نہایت گہرے روابط تھے۔ لوگ تو اس فیملی کو قادیانیوں کا غم خوار جانتے تھے خصوصاً سر ظفر اللہ سے جو قرب ان بزرگوں کو تھا، وہ پنجاب کے اس دور کے سیاسی حلقوں سے قطعاً پوشیدہ نہ تھا۔ پھر حیرت ہے کہ میاں ارشد حسین صاحب پاکستان کی بدبختی اور نکبت کا بڑا سبب جہاں مسٹر بھٹو کو قرار دیں، وہیں جنرل اختر کو بھی مجرم مانیں اور جنرل اختر کے بارے میں یہ کہہ کر اظہارِ کرب کریں کہ انہوں نے اپنے مسیح موعود کا کوئی قول سچ کر دکھانے کے لیے بھٹو کا ساتھ دیا اور اس طرح پاکستان کو ایک ایسے جانکاہ حادثے سے دوچار کر دیا جس کے اثرات بد تا حال پاکستان کے آفاق پر منڈلا رہے ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا حضرت مرزا طاہر صاحب نے جن قادیانی جرنیلوں کی پاکستان کے باب میں خدمات کا ذکر کیا، ان میں جنرل اختر ملک، ان کے بھائی جنرل ملک عبد العلی، جنرل مجوعہ اور جنرل حمزہ شامل تھے۔ جنرل حمزہ صاحب کا خط "نوائے وقت" میں جوابِ آں غزل کے طور پر چھپا جس میں انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ وہ خود یعنی حمزہ صاحب ہرگز قادیانی جماعت کے فرد نہیں، دوم انہوں نے قادیانی جرنیلوں کی کارکردگی پر اشارۃً کچھ روشنی ڈالی اور وہ روشنی ایسی تھی کہ اس کو ملاحظہ کر کے یقیناً حضرت مرزا طاہر صاحب کی دل شکنی ہوئی ہوگی۔

رہا مسٹر عزیز احمد سیکرٹری خارجہ کا معاملہ تو اُن کے بارے میں مرحوم میاں صاحب نے اتنا ہی بتایا کہ وہ ایوب خان کے بھی معتمد تھے اور بھٹو صاحب کے بھی۔ اب معلوم نہیں کہ آیا وہ بھٹو صاحب کی اُمنگ سے ہم آہنگ تھے یا وہ بھی قادیانی مسیح موعود کے کسی قول کو سچ کر دکھانے کے ضمن میں جنرل اختر ملک کے ہم سنگ تھے، یہ خدا ہی جانے، واللہ اعلم بالصواب

بشکریہ "ہفت روزہ زندگی" لاہور۔

قسط اوّل

پروفیسر خالد شبیر احمد

عورت، پردہ اور ہمارے جدید دانشور

سورۃ روم میں ارشاد ہوتا ہے

"اللہ نے تمہارے لیے خود تمہیں میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان مودّت اور رحمت رکھ دی ہے" (الروم۔ ۲۱)

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے

"وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو" (البقرہ۔ ۱۸۷)

ان آیات مبارکہ سے واضح ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عورت اور مرد کے درمیان محبت، پیار، تعاون کا تعلق ضروری قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ عملی زندگی میں ایک دوسرے کے رازدار بننے والے ہیں، جو ایک دوسرے کے غم اور راحت کے ساتھی ہیں، ان کے درمیان ویسی ہی وابستگی ہونی چاہیے جو لباس اور جسم کے درمیان ہے۔ یہ پیار اور محبت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام بنیادی طور پر ایک سماجی دین ہے جو ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جو ہر لحاظ سے پاکیزہ، منظم اور پرامن ہو۔ معاشرے میں خاندان ایک بنیادی اکائی ہے جو عورت اور مرد کے جائز تعلقات پر قائم ہوتا ہے۔ اگر عورت اور مرد کے درمیان مودّت اور رحمت کا تعلق استوار نہیں ہوتا تو پورے معاشرے میں نہ ہی تو امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی معاشرتی زندگی کو احسن طور پر آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے"

(مسلم)

جس دین میں نیک عورت کو بہترین متاع قرار دیا گیا ہو۔ اس دین میں عورت کا مقام اور مرتبہ کیا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں ہے ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا،

"دنیا کی چیزوں میں میرے دل میں عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا" (نسائی کتاب عشرۃ النساء)

حضور اکرمؐ تاریخ انسانیت میں وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے معاشرے میں عورت کے تقدس اور احترام کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ کے ہاں ایسی تعلیمات موجود ہیں جن سے عورت کا تقدس اور احترام واضح طور پر ابھرتا ہے۔ اس جدید دور میں تو آزادیٔ نسواں محض ایک نعرہ ہے جس کا حقیقی طور پر عورتوں کی آزادی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اگر گہری نگاہ سے دیکھا جائے آزادیٔ نسواں کی بات عورت کی ذلت و رسوائی پر آکر ختم ہے۔ جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اس نے انسانی افکار و کردار کا رخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موڑ دیا ہے۔ اس میدان میں اسلام نے اتنا عظیم انقلاب برپا کیا ہے جس کی مثال تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ اسلام نے نہ صرف عورت اور مرد دونوں کی ذہنی صلاحیتوں میں انقلاب برپا کیا بلکہ معاشرے میں عورت کے احترام اور تقدس، اس کی عصمت و عفت کو برقرار رکھنے کے لیے قواعد و ضوابط ترتیب دیئے۔ عورت میں عزت نفس اور اعتماد پیدا کرنے کے لیے معاشرے کے اندر عورت کے معاشی و معاشرتی حقوق متعین کئے۔ صرف متعین ہی نہیں کئے بلکہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں سے بھی عمل کروایا۔

اسلام نے عورت اور مرد کو انسان ہونے کی حیثیت میں برابر کا درجہ دیا۔ اپنی تعلیمات سے دنیا کو بتایا کہ عورت بھی ویسے ہی انسان ہے جس طرح مرد! سورۃ النساء میں ارشاد ہے۔

"اللہ نے سب کو ایک نفس سے پیدا کیا"

اور اسی سورۃ النساء میں ارشاد ہے

"جنس سے جوڑے پیدا کیا"

اور آگے چل کر اسی النساء میں یوں فرمایا

"مرد جیسے عمل کریں گے اس کا وہ پھل پائیں گے اور عورتیں جیسے عمل کریں گی اس کا پھل وہ پائیں گی" (النساء ۳۲

"جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت مگر ہوں ایماندار تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر رتی بھر ظلم نہ ہوگا" (النساء ۱۲۴)

سورۃ بقرہ میں عورت کے حقوق کی اس طرح نشاندہی کی گئی ہے

"عورت پر جیسے فرائض ہیں ویسے ہی اس کے حقوق بھی ہیں" (سورۃ بقرہ)

لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ انسانی نقطہ نگاہ سے مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے یا مرد عورت سے بڑا ہے۔ مرد تو عورت کی محتاج اور دست نگر ہے اور عورت مرد کی محتاج اور دست نگر ہے۔ جو کسی دوسرے کا محتاج ہو اس کا کسی سے بڑا ہونا مضحکہ خیز سی بات ہے۔ سب سے بڑا وہی ہے جو کسی کا محتاج اور دست نگر نہیں عورت اور مرد باہمی تعاون کے مستحق ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ہی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کو سمجھ کر ایک ساتھ چلنا ہے۔ اور اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔ منزل دونوں کی ایک ہی ہے کہ اپنے قول و فعل، اپنی سرگرمیوں اور اپنے افعال و کردار سے خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہر وہ کام کرنا ہے جس کا حکم ہو اور ہر اس کام سے پرہیز اور علیحدگی اختیار کرنا جس سے منع کر دیا گیا ہو۔ اسلام چونکہ ایک منظم معاشرے کے قیام پر زور دیتا ہے۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ عائلی زندگی اور خاندانی معاملات کو احسن طور پر آگے بڑھانے کےلئے نیز نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے مرد کو جسے قدرت نے بہتر انتظامی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں عورت پر فوقیت دی جاتی ہے تاکہ مرد کی قیادت میں ایک ڈسپلن کے تحت معاشرے کی تنظیم کو مکمل کیا جاتا۔ اس لیے مرد کو بعض ایسی ہی مصلحتوں کے تحت عورت پر قوام بنایا گیا سورۃ النساء میں ارشاد ہے

"مرد عورتوں پر قوام ہیں اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے۔ اور اس بنا پر جو ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

لیکن مرد کی اس فوقیت کی باوجود اسے تنبیہ کی جارہی ہے کہ دیکھنا یہ سمجھ لینا جو تمہارے جی میں آئے کرتے پھرو، تم اپنے ہر معاملے اور ہر کام میں اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے خدا کے سامنے جوابدہ ہو،

"مرد اپنے بیوی، بچوں پر حکمران ہے اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہے"

(بخاری - کتاب النکاح)

جہاں مرد اپنی بیوی اور بال بچوں کے معاملات میں خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ وہیں پر عورت بھی اپنے معاملات اور اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ اسلام میں خاندانی معاملات میں جہاں مرد کی حیثیت کو متعین کیا ہے اور اسے انتظامی اور مالی معاملات میں عورت پر فوقیت دی ہے وہیں پر عورت کو بھی گھر کی ملکہ کہہ کر اسے عائلی زندگی میں ایک

نمایاں حیثیت دی ہے۔

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے وہ حکومت کے دائرے میں اپنے عمل کے لیے جوابدہ ہے"

(بخاری قوا انفسکم و اہلیکم)

ان تعلیمات کی روشنی میں دیکھیئے کہ تقسیم کار کرتے ہوئے دونوں کو الگ نوعیت کے فرائض سونپے گئے ہیں جن کو سر انجام دینے کے لئے عورت اور مرد دونوں کو اختیارات بھی دیئے گئے ہیں اور اختیارات دینے کے بعد انہیں خدا کے سامنے جوابدہ ہونے کی بابت بھی بتایا جارہا ہے تاکہ دونوں میں سے کوئی بھی اپنے اختیارات سے تجاوز نہ کرسکے اور یوں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ہمدردی، پیار محبت کی فضا میں خدا کی خوشنودی (جو کہ ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی نصب العین ہے) کے لیے اسلامی معاشرے کے اندر کام ہوتا رہے۔

ان حقائق سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اسلام میں عورت اور مرد انسان ہونے کے ناطے برابر ہیں البتہ کام کی نوعیت مختلف ہے اور معاشرے کو منظم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے بیرونی معاملات میں مرد کو اگر افضلیت حاصل ہے تو گھریلو معاملات میں یہی حیثیت خود عورت کی بھی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورت میں اعتماد پیدا کرنے کے لیے اسے کئی نوعیت کے حقوق سے بھی نوازا ہے۔ اسلام معاشرے میں اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ عورت مرد کے اختیارات کے غلط استعمال کی زد میں نہ آئے۔ مرد کو اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے روک دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ ظلم کی حدوں تک نہ پہنچنے پائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر میاں بیوی کے تعلقات کا لونڈی اور آقا کے تعلقات میں تبدیل ہونے کا خدشہ موجود ہے جو اسلام نہ ہی پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام نے عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر عورت خاص حدود میں رہتے ہوئے معاشرے کے اندر اپنی صلاحیتوں کو اگر چاہے تو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اجاگر کرسکتی ہے۔ معاشرتی یا معاشی زندگی میں اپنے حصہ کا کام سرانجام دے کر عورت تعمیر تمدن، تعمیر ثقافت میں بہتر کردار ادا کرسکتی ہے۔ لیکن اس سارے عمل میں اسلام دو باتوں کا خاص خیال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ معاشرتی نظم و نسق متاثر ہونے نہ پائے دوسرے عورت جو کچھ بھی کرے عورت کی حیثیت میں کرے اسے مرد بننے کی اسلام اجازت نہیں دیتا عورت کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے ازواجی زندگی کو متاثر کئے بغیر اسلامی معاشرے میں عورت بہت کچھ کرسکتی ہے مگر مرد نہیں بن سکتی۔

اسلام نے عورت کو حق میراث میں شریک کرکے جہاں معاشرے میں اس کی عزت و توقیر بڑھائی ہے وہیں اس کی معاشی حالت میں بھی استحکام پیدا کیا ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب یا نظام حیات ایسا نہیں ہے جس نے عورت کی معاشی حالت کو مظبوط بنانے کی کوشش کی ہو۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو آج جو تہذیب عورت کی آزادی کی چیمپئن بنتی ہے اس نے عورت کو عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسے مرد بنا کر دولت سمیٹنے کی ایک ایسی راہ دکھائی ہے جس نے عورت کی معاشرتی زندگی کے سکھ اور چین کو داؤ پر لگادیا ہے۔ عورت کو کمانے والا فرد تو بنادیا لیکن عورت کو عورت کی حیثیت میں کوئی مدد بہم نہ پہنچائی۔ جیسے کہ اسلام میں عورت خواہ کتنی ہی رئیس کیوں نہ ہوں اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اس کے خاوند پر عائد ہوتی ہے۔ عورت کو خاوند کی طرف سے مہر کی رقم اس کے علاوہ ملتی ہے۔ عورت کو اپنے باپ سے، اپنے شوہر سے، اور اپنی اولاد کی طرف سے حق میراث حاصل ہے۔ ان تمام لوگوں کی طرف سے اسے جو مال حاصل ہوتا۔ وہ اس کی واحد مالک ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے عورت کو مہیا کیا گیا کہ اسے اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھنا پڑے۔ اگر اسلام کے ہاں معاشی تگ ودو عورت کا مرکزی اور بنیادی فریضہ ہوتا تو اس طریقہ سے اس کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کی جاتی۔ یہ سب کچھ اس لیے مہیا کیا گیا کہ مشکل

وقت میں عورت کو در بدر کی ٹھوکریں نہ کھانا پڑیں اور وہ نامساعد حالات میں بھی معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر اپنی زندگی کے دن بسر کر سکے۔ ایک اور بات جس سے اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت واہمیت واضح ہوتی ہے وہ عورت کا وہ حق ہے جس کے ذریعے وہ اپنے شوہر کا انتخاب کرتی ہے۔ اسلام نے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب کا پورا حق عطا کیا ہے۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی شخص اس سے نکاح نہیں کرسکتااور اگر عورت اپنی مرضی سے کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہے تو اسے روکا نہیں جاسکتا۔ اس کے علاوہ اگر عورت کو اس کا خاوند تنگ کرتا ہے یا ناکارہ اور نااہل ہے یا عورت پر ظلم وستم کرتا ہے تو اسلام عورت کو ایسے بد کردار شخص سے نجات دلانے کے لئے اسے خلع اور فسخ و تفریق کے اختیارات بھی دیتا ہے۔ خاوند کے لئے واضح احکامات جاری کئے گئے ہیں کہ وہ عورت پر ظلم نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ قرآن کریم میں کہیں اگر یہ ارشاد ہے،

"عورتوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو" تو کہیں پر یہ حکم ہے "آپس کے تعلقات میں فیاضی کو مت بھول جاؤ" خود حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، "تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ لطف ومہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں"

اگر کوئی شخص فرمان نبوت کے مطابق عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو ایسی صورت میں اسلام عورت کو اس بات کا پورا حق مہیا کرتا ہے کہ وہ قانون کی مدد حاصل کر کے حالات سے چھٹکارہ حاصل کرلے۔ اسلام مطلقہ عورتوں کو عقد ثانی کا حق بھی دیتا ہے۔ دیوانی و فوجداری مقدمات میں اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کو برقرار رکھا تاکہ معاشرہ کے اندر پوری انسانیت کے تحفظ کا بہتر طور پر اہتمام ہوسکے اور قانون میں کوئی ایسا سقم نہ رہنے پائے جس سے معاشرتی زندگی متاثر ہو۔ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام جس سنجیدگی اور تاکید کے ساتھ اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست میں ہوتا ہے اس کی کہیں دوسری جگہ کوئی مثال نہیں ہے۔ وہ اس لیے کہ عورت ہی فرد کی ابتدائی استاد ہے۔ عورت کا جاہل رہ جانا اسلام کو کسی طور پر بھی قبول نہیں۔ بچے کی ابتدائی درس وتدریس اور اخلاقی تربیت چونکہ ماں کے سپرد ہے اس لیے عورت کا زیور تعلیم سے آراستہ ہونا اسلامی نقطہ نگاہ سے انتہائی ضروری اور لازمی ہے سکولوں اور کالجوں کی تعلیم بے معنی ہے اگر اس سے پہلے ماں کی تعلیم اور اخلاقی تربیت بچے کو حاصل نہ ہو۔ میرے خیال میں اسلامی معاشرے میں عورت کی یہی سب سے بڑی ذمہ داری ہے جو اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتی جب تک عورت کی تمام تر توجہ اس کے گھر کے اندرونی معاملات پر نہ ہو۔ اسی میں پردہ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمان عورت اسلام کے اس اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنی تمام توجہ اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاقی نگہداشت پر دیتی رہی، اسلامی معاشرہ اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ قائم اور دائم رہا۔ جب سے ہم نے یہ کام چھوڑ کر یورپ کی نقالی کرتے ہوئے عورت کو گھر سے باہر لانے کی تحریک شروع کر رکھی ہے ہمارا معاشرہ روبہ انحطاط ہوتا جارہا ہے۔

غرضیکہ اسلام نے عورت کو وہ سب کچھ دیا جس کا تقاضا انسانیت کرتی ہے۔ ورنہ قبل از اسلام جتنی بھی تہذیبیں اپنے عروج پر تھیں انہوں نے تو عورت کے نام کو گالی بنا کر رکھ دیا تھا۔ عورت سے نفرت کی جاتی، اس پر ظلم وستم روا رکھا جاتا۔ کوئی اس کا پرسان حال نہ تھا عورت مکمل طور پر مرد کی دست نگر ہی نہیں بلکہ غلام بھی تھی۔ بھیڑ بکریوں کی طرح خریدی جاتی اور جدھر لوگ چاہتے ہانک کرلے جاتے۔ عورت محض شہوت رانی کا ذریعہ تھی جس کے علاوہ اس سے کوئی قابل احترام کام نہیں لیا جاتا تھا۔ یورپ کے مسیحی عورت کے بارے میں انتہائی فضول نظریات رکھتے تھے عورت کو گناہ کی ماں، اور بدی کی جڑ سمجھا جاتا۔ اسے جہنم کا دروازہ اور مرد کو گناہوں کی جانب راغب کرنے کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انسانوں پر جتنے بھی مصائب آئے یا آئینگے وہ سب محض عورت کی نحوست کی وجہ سے ہونگے۔ ان کے خیال

کے مطابق عورت کو اپنے حسن و جمال پر شرمندہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ شیطان کا ہتھیار ہے جو ہمیشہ مرد کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ ترتولیان جو مسیحت کے ابتدائی دور کی سر برآوردہ شخصیت ہے۔ عورت کے بارے میں عیسائی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے۔

" وہ شیطان کا دروازہ، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے "

اسی طرح ایک دوسرے بڑے مسیحی اوتار کرائی سوسٹم عورت کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں

" عورت ایک ناگزیر برائی ہے، ایک پیدائشی وسوسہ ہے، ایک مرغوب آفت ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے۔ مرد اور عورت کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل اعتراض چیز ہے۔ خواہ وہ نکاح کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو "

اسی طرح رومن تہذیب و تمدن میں عورت کا کیا مقام تھا۔ اس کے بارے میں بھی تاریخ کے اوراق شہادت دیتے ہیں کہ عورت کی حالت رومن معاشرے میں ناگفتہ بہ تھی۔ ایک عورت کئی کئی مردوں سے شادیاں کرتی۔ بات بات پر طلاق ہوتی۔ بغیر نکاح کے بھی عورت کو تحویل میں رکھا جاتا تھا۔ اور یہ بات اس معاشرے میں معیوب ہرگز نہیں تھی۔ حیوانیت اور شہوانیت کا سیلاب تھا جو رومن کی ہر اخلاقی قوت کو ملیامیٹ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ عریانی اور فحاشی اپنے عروج پر تھی۔ بڑے بڑے تھیٹر قائم تھے، جہاں بے حیائی اور عریانی کے مظاہرے ہوا کرتے تھے۔ ہر گھر میں ننگی عورت کی تصویر آویزاں تھی۔ قحبہ گری کا کاروبار اپنے عروج پر تھا۔ "فلورا" نامی ایک کھیل رومیوں میں محض اس لیے مقبول ہوا کہ اس میں ننگی عورتوں کی دوڑ ہوتی تھی۔ عورتوں اور مردوں کے برسرِ عام غسل خانے موجود تھے جہاں پر مرد اور عورتیں اکٹھے ہو کر ننگے نہاتے تھے۔ غرضیکہ وہ سب کچھ اس دور میں بھی موجود تھا جو آج کل کے متمدن و مہذب دور میں یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ معاشرے کے اندر موجود ہے۔ لیکن تاریخ اس پر بھی گواہ ہے کہ اس کے بعد روم کا قصر عظمت یوں پیوند خاک ہوا آج تک دوبارہ بحال نہیں ہوسکا۔ اب ایسے معاشرے میں جو عورت کا مقام ہوگا اس کا اندازہ آپ باآسانی لگا سکتے ہیں۔

اسی طرح یونان جو اپنی تہذیب کی وجہ سے آج بھی مشہور ہے عورت کے لیے اپنے ہاں کوئی مقام و مرتبہ نہ قائم کرسکا۔ نفس پرستی اور شہوانیت اپنے عروج پر تھی۔ رنڈی کا کوٹھا یونان کے علم و ادب کا مرکز بن چکا تھا۔ بڑے سے بڑا ادیب رنڈی کے زیر تسلط تھا۔ رنڈی (طوائف) کو اس معاشرے میں اس قدر اہم مقام حاصل تھا کہ بڑے بڑے سیاستدان رنڈی سے مشورہ لیتے تھے۔ یہ لوگ شہوت پرستی کو کوئی اخلاقی عیب خیال نہیں کرتے تھے البتہ نکاح معیوب تھا۔ اس دور کے مذہب نے بھی لوگوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اور لوگوں کو تمام ناجائز اور ناروا رویے کے لائسنس دے دیئے تھے جس سے عورت کی تذلیل اور بے حرمتی میں مزید اضافہ ہوا "کیوپڈ" محبت کا دیوتا ایسی دیوی کے بطن سے تھا جس نے ایک دیوتا کی بیوی ہوتے ہوئے بیک وقت تین دیوتاؤں سے آشنائی حاصل کر رکھی تھی۔ اس کے باوجود وہ قابل پرستش دیوی خیال کی جاتی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ قوم لوط کا عمل بھی عام تھا۔ اور اس دور کے مذہب اور اخلاق کی تمام قدروں نے اس مکروہ عمل کو روا اور مناسب قرار دے دیا تھا جیسا کہ آج کے اس متمدن دور میں برطانوی معاشرے میں بھی یہ سب کچھ روا ہے۔ آرٹ کے ماہرین نے اس جذبے کو اپنے فن مجسمہ سازی میں عام کیا۔ یہ مجسمے آج بھی کہیں محفوظ ہوں گے جو اس مکروہ معاشرہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ہندوستانی تہذیب و تمدن میں عورت کا مقام کیا تھا۔ اس کا جواب بھی تاریخ کے اندر موجود ہے۔ بیوہ کی دوسری

شادی شاید آج بھی نہیں ہوتی۔ مرد کے مرنے پر بیوی کو آگ میں جلا کر خاکستر بنا دیا جاتا تھا۔ کہ وہ اس قابل نہیں رہی کہ زندہ رہ سکے سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش ہندو عورت کی آٹھ نوعیت کی شادی کا ذکر کرتا ہے جس میں کوئی قسم بھی اخلاقی اصولوں پر پوری نہیں اترتی مشترکہ شادیوں کا رواج بھی عام تھا جس میں ایک عورت کو چند بھائیوں میں سے ہر ایک کو حق زوجیت ادا کرنا پڑتا تھا۔ برہمنوں کے ہاں نیوگ کا رواج عام تھا۔ جس کے تحت اولاد نہ ہونے کی صورت میں عورت کو اپنے خسر کے حکم کے تحت اپنے کسی رشتہ دار یا اپنے دیور سے حسب خواہش اولاد حاصل کرنا پڑتی تھی۔ ہندو معاشرے میں عورت کی کیا حیثیت تھی۔ اس کے لیے ہندوؤں کا قانون خود بولتا ہے کہ "تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں جتنی خراب عورت ہے"

قبل از اسلام خود عرب کے اندر عورت کو کیا حیثیت حاصل تھی۔ بچیوں کو زندہ درگور کر دینا ان کی عادت بن چکی تھی عرب کی قدیم تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ مرد اور عورتیں ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ خاوند کے مرنے کے بعد بیوہ عورت کو چند ماہ کے لیے ایک کمرہ میں قید کر دیا جاتا تھا۔ اس سے میل ملاپ بند ہو جاتا تھا۔ بیوہ عورت وہیں کھانا کھاتی اور وہیں پر ہی رفع حاجت کرتی۔ اس کے کپڑے تبدیل کرنے اور نہانے پر بھی پابندی لگا دی جاتی۔ جب مقررہ مدت گزر جاتی تو پھر کوئی جانور ذبح کیا جاتا جس کے گوشت کے ٹکڑوں سے اس بیوہ عورت کا جسم صاف کیا جاتا، یہ گوشت کے ٹکڑے اس قدر زہر آلود ہو جاتے کہ اس کے کھانے سے جانور مر جاتے۔ عورت کو نہلا کر اس کے کپڑے تبدیل کئے جاتے اور پھر اسے مجبور کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بڑے بیٹے سے شادی کر لے۔ عربوں میں دور جاہلیت میں عورت سے نکاح کے چار طریقے بیان کئے جاتے ہیں، ایک تو یہی طریقہ تھا جس کو اسلام نے بھی جائز قرار دیا۔ اس کے علاوہ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مرد اپنی منکوحہ بیوی سے کہتا کہ حیض کا خون تیرا جب بند ہو جائے تو پاکی حاصل کرنے کے بعد تو فلاں مرد کے پاس چلی جا اور اس سے فائدہ حاصل کر۔ یہ عورت کچھ عرصہ تک اس مرد کے ساتھ رہتی اور خاوند اس عرصہ کے دوران اپنی بیوی سے جدا رہتا۔ جب حمل ظاہر ہو جاتا تو پھر اس کا اپنا خاوند بھی اس کے پاس جاتا ایسے نکاح کو عرف عام میں "استبضاع" کہا جاتا تھا۔ نکاح کی تیسری صورت عرب معاشرے میں یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس متعدد مرد آتے اور لطف اندوز ہوتے رہتے تھے۔ لیکن آنے والے مردوں کی تعداد پر پابندی تھی کہ یہ ہر حالت میں دس سے کم ہوں۔ ایسے حالات میں جب عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو چند دن بعد یہ عورت ان تمام مردوں کو بلا بھیجتی اور ان میں سے جسے چاہتی اس کے ساتھ اس بچے کو منسوب کر دیتی۔ کچھ عورتیں عرب معاشرے میں ایسی بھی تھیں، جن کے دروازوں پر جھنڈے لگے رہتے تھے ایسی عورتوں کو بازاری اور پیشہ ور عورتیں کہا جاتا تھا جس کا جی چاہتا ان کے پاس جاتا اور لطف اندوز ہوتا تھا۔ ان عورتوں کے ہاں بھی اگر بچہ پیدا ہوتا تو تمام لطف اندوز ہونے والے جمع ہوتے جس کے بعد یہ قافیہ شناس بلایا جاتا جو اپنے علم کے بل بوتے پر یہ اعلان کرتا کہ بچہ ان میں سے کس کا ہے۔ ان تمام صورتوں کو اسلام نے بند کر دیا اور ان کی مذمت کی تاکہ عورت کا تقدس اور احترام معاشرے میں بحال ہو سکے۔

ایک غیر مسلم ڈاکٹر گستاولی تحریر کرتا ہے،

"یونانی عموماً عورتوں کو کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اگر کسی عورت کے بچہ خلاف فطرت پیدا ہوتا تو اس کو مار دیتے تھے، اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کوئی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہ ہوتی مار ڈالتے تھے۔ جس وقت کسی عورت کے بچہ ہو چکتا تھا تو فوائد ملکی کی غرض سے اس عورت کو دوسرے شخص کی نسل لینے کے لیے اس کے خاوند سے عارضاً لے لیتے تھے۔ یونان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانہ میں بجز طوائف کسی عورت کی قدر نہیں کرتا تھا۔ عہد قدیم کے باب واعظ میں لکھا ہے، "جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں سے میں نے

ایک آدمی کو خدا کا پیارا پایا ہے۔ لیکن تمام عالم کی عورتوں میں سے ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری ہوتی"

روم میں مرد کی حکومت اپنی بیوی پر جابرانہ تھی جس کا معاشرہ میں کوئی حصہ نہیں تھا جبکہ شوہر کو پورا حق اس کی جان پر بھی حاصل تھا۔ اور یہی حال یونان کا بھی تھا۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات معلوم کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے عورت کو کیا دیا ہے۔ اسلام سے پہلے مرد اپنی مرضی کی لٹھ سے عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتے اور ان سے جو سلوک چاہتے روا رکھتے۔ کوئی ایسی طاقت، کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جو مرد کو اس ظلم و ستم سے روک دیتا اور یوں عورت مرد کی چیرہ دستیوں سے محفوظ ہو جاتی۔ یہ اعزاز تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی حاصل ہے جنھوں نے کہا کہ " ماں کے قدموں تلے جنت ہے" عورت کی بنیادی حیثیتیں آپ نے ہی معاشرے میں متعین کرائیں۔ عورت بحیثیت ماں، عورت بحیثیت بیوی، عورت بحیثیت بیٹی، عورت بحیثیت بہن آپ نے ہی بتایا کہ بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے ماں کے ساتھ کس طرح سے پیش آنا ہے۔ بیوی کے ساتھ مسلمان مرد کا سلوک کیسا ہونا چاہیے اور بہن کس قدر مقدس رشتہ ہے۔ خود آپ کی بیٹی آتی تو سرکار دوعالمؐ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ان کے بیٹھنے کے لئے کپڑا بچھاتے تھے۔ سفر پر جاتے تو اپنی بیٹی سے مل کر جاتے۔ سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے بیٹی سے ملتے۔ بیٹی کے سر پر فرط محبت سے بوسہ دیتے۔ کافر عورت کے سر پر بھی چادر ڈال دیتے کہ بیٹی، بیٹی ہے خواہ وہ کافر ہی کی کیوں نہ ہو ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی بیٹی کے ساتھ بہتر سلوک کیا اسے زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور عزت و احترام کے ساتھ اس کی شادی کر دی وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ ماں کے بارے میں جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی وہ اس حدیث سے واضح ہے،

"ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے پھر کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا پھر تیرا باپ پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریبی لوگ ہیں" (بخاری و مسلم، ابو ہریرہؓ)

ماں کا درجہ اس حدیث کی رو سے باپ سے بھی بڑا ہے۔ قرآن پاک کی بعض آیات سے بھی یہی ثابت ہے۔ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہم نے انسانوں کو والدین کی شکر گزاری کا تاکیدی حکم دیا ہے" اور اس کے فوراً بعد فرمایا کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف جھیل کر نو مہینے اپنے شکم میں اٹھایا اور پھر دو سال تک اپنے خون سے اس کو پالا اس لئے ماں کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ماں کی خدمت کا صلہ جنت قرار دیا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کون ذلیل ہو، آپ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا یا ان دونوں میں سے ایک کو۔ تو پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا"

بوڑھے ماں باپ کے بارے میں قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کرو ورنہ سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ (جاری ہے)

مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ کے نبیرہ، ادبی شاہکار "معشوقہ پنجاب"، "شعور"، دیہاتی رومان کا مجموعہ "شعور" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ قیمت -/۲۵ روپے۔ ملنے کا پتہ
بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

نشانِ عبرت

مکتوب حاصل پور

ابو سفیان تائب

توہین قرآن کے مرتکب رافضی لعنتی فلک شیر کا منہ کالا ہو گیا۔
حاصل پور کے غیور مسلمانوں کے شدید مطالبہ پر اسے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

یہ افسانہ نہیں بلکہ حقیقی واقعہ ہے جسکا مشاہدہ گزشتہ دنوں حاصل پور کے ہزاروں غیور مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے کیا۔ ۲۴ محرم ۱۴۱۲ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۹۱ء کا واقعہ ہے کہ راقم اپنی دکان واقع مین بازار حاصل پور میں بیٹھا ہوا تھا کہ جوئیہ خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان منیر احمد دکاندار میرے پاس آیا اس نے بتایا کہ ریلوے روڈ پر میری دکان کے سامنے فلک شیر نامی ایک دکاندار نے قرآن کریم کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس پر رقت طاری تھی مگر لہجہ سے جذبہ ایمانی پھوٹ رہا تھا اس کا خون کھول رہا تھا اس نے گرجدار آواز میں کہا کہ میں بہت گنہگار ہوں مگر وہ الفاظ دہراتے ہوئے مجھ پر خوف طاری ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ایک دوست محمد اشرف مغل (دکاندار) نے بتایا ہے کہ فلک شیر نامی بدبخت شخص نے میرے ساتھ گفتگو کے دوران کہا کہ "قرآن کریم کے الفاظ (نعوذ باللہ) پیشاب سے بھی لکھے جاسکتے ہیں"۔ یہ ناپاک الفاظ میرے ذہن پر بجلی بن کر گرے۔ میں نے اس سے کہا کہ اب میں تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ اب تو ہی اپنے قرآن کی حفاظت فرما۔ جس کا تو نے خود وعدہ کیا ہے۔ منیر احمد نے بتایا کہ اپنے دوست سے یہ بات سن کر میں نے قرب و جوار کے دکانداروں کو بلایا اور انہیں اس واقعہ فاجعہ سے مطلع کیا۔ پانچ چھ افراد بدبخت فلک شیر کے پاس گئے اور واقعہ کی تصدیق چاہی تو اس نے دوبارہ وہی الفاظ دہرائے جس پر تمام افراد مشتعل ہو گئے۔

منیر احمد نے واقعہ سنانے کے بعد کہا کہ میں نے تمام دکانداروں اور معززین شہر کو اپنی دکان پر جمع کیا ہے تاکہ انہیں حالات سے آگاہ کروں۔ راقم بھی احباب کے ہمراہ اس اجلاس میں شریک ہوا۔ میں نے حاضرین کو اس سانحہ سے آگاہ کرنے کے بعد انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ مجرم فلک شیر بدبخت کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

حاصل پور کے غیور مسلمانوں کے جذبات دیدنی تھے۔ اس دوران مجرم فرار ہو گیا۔ لوگ اتنے مشتعل تھے کہ مجرم کی بوٹیاں تک نوچنے پر تلے ہوئے تھے۔ پچاس کے قریب مسلمانوں کا وفد تھانہ پہنچا ایس ایچ او کو رپورٹ درج کرائی اور مجرم کی گرفتاری کی یقین دہانی پر واپس آ گئے اس دوران ڈی ایس پی سٹی اور دیگر اعلیٰ حکام کو بھی صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ ایک دوسرے وفد نے جس میں راقم کے علاوہ محمود اقبال، شیخ محمد عالم، سید شمشاد حسین گیلانی، حافظ محمد ابراہیم، محمد یونس بھٹی اور صوفی محمد اشرف شامل تھے ڈی ایس پی سے ملاقات کر کے مجرم کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ دوسرے ہی روز مسلمانوں کے شدید مطالبے پر انتظامیہ نے مجرم گرفتار کر لیا۔ ہم لوگ تھانہ پہنچے تو بدبخت مجرم کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کا چہرہ مکمل سیاہ ہو چکا تھا جبکہ اس سے پہلے اس کا رنگ سفید تھا۔ وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو کر نشان عبرت بنا ہوا تھا۔ اس کی سیاہی اس کے سنگین جرم کی شہادت دے رہی تھی۔ ہم لوگ استغفار پڑھتے ہوئے تھانہ سے باہر آ گئے۔

مقامی انتظامیہ نے جرأت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے مجرم کی گرفتاری میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں چھوڑا۔ اس وقت مجرم لعنتی فلک شیر دفعہ ۲۹۵/اے کے تحت گرفتار ہے۔

مقدمہ کے مدعی محمد اشرف مغل نے بتایا کہ جس روز مجرم نے توہین آمیز الفاظ اس کے سامنے دہرائے تھے میں نے اس وقت ہی اسے بددعا دی تھی کہ یا اللہ اس شخص کو نشان عبرت بنا دے۔ چنانچہ اسی روز سے اسکے چہرے کا رنگ

(بقیہ ۶۲ پر)

پروفیسر مرزا محمد منور (لاہور)

جنگ ستمبر ۶۵ء، قادیانی سازش کے خوفناک خدوخال

جناب پروفیسر محمد منور مرزا نے تاریخ کے مخفی گوشوں سے اس طرح نقاب اٹھایا ہے کہ کئی چہرے ننگے ہو گئے ہیں۔ حقائق کی تلاش میں سرگرم پاکستانیوں کے لیے ایک خصوصی تحریر۔

جنگِ ستمبر کی ماہیت اور اہمیت نیز نتائج و عواقب کے اعتبار سے ذوالفقار علی بھٹو پر نمایاں ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مسٹر بھٹو کے بعد سب سے زیادہ بارِ مسئولیت جنرل اختر ملک پر پڑتا ہے۔ تیسرا نامی اور گرامی نام جناب عزیز احمد صاحب کا ہے، اگر بھٹو کے فدائی فرمائیں گے کہ یہ نتائج عموماً ان لوگوں کی تحریروں سے لیے گئے ہیں جو بھٹو کے کئی اور وجوہ سے مخالف تھے۔

دنیا کے کئی بڑے خونی حادثات کے رونما ہونے کا اصل سبب بالعموم نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے تاریخ ہمیں جو کچھ دیتی ہے ضروری نہیں کہ وہی حقیقتِ واقعہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تاریخ کے صفحات پر جو کچھ مرقوم شدہ باقی بچ گیا ہو، وہ اصلیت کے بالکل اُلٹ ہو، ہماری آنکھوں کے سامنے لیاقت علی خان کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔ آج تک کوئی حقیقی اور سچی روداد قلمبند نہیں ہوئی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے کھلے بندوں پاکستان کو دولخت کیا، لیکن کوئی ایسی کتاب جو بھٹو کا اصلی کردار سو فی صد بیان کر دے موجود نہیں۔ البتہ بھٹو کے مقام کو کیا سے کیا کر کے یوں پیش کر دیا گیا ہے کہ بارِ جرم دوسروں پر زیادہ پڑے اور بھٹو پر کم ایسی کئی گمراہ کن کتب بھٹو صاحب نے اپنے دورِ حکومت میں بڑے بڑے جغادری اہلِ ایمان سے لکھوائیں اور لائبریریوں کی زینت بنوائیں، یہ تو معاصر تاریخ کا حال ہے۔ پچاس یا سو سال بعد وہ محقق جو معاصر تحریری شہادتوں پر مبنی تحقیقی مقالے رقم فرمائیں گے۔ وہ داستان کو پورے خلوص کے باوصف کون سا رنگ عطا فرمائیں گے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ روایتاً معاصر تحریروں کی بڑی وقعت ہوتی ہے، کیا آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے والے ڈنڈی نہیں مارتے؟ پھر بعد کے دور کا مورخ کیونکر گمراہ نہ ہوگا۔

میں یہاں سابق وزیر خارجہ پاکستان، میاں ارشد حسین مرحوم کے بیان کا اقتباس پیش کرتا ہوں

میاں صاحب فرماتے ہیں:

"میرے خیال میں ۱۹۶۵ء کی جنگ نے ۱۹۷۱ء کی جنگ کو جنم دیا اور پہلی جنگ اور دوسری جنگ اور اس سے پیدا شدہ المناک نتائج کا اہم سبب ہے۔ کیا اب وقت نہیں آگیا کہ جنگ ۱۹۶۵ء کے اسباب، انتظام و انصرام اور نتائج کے بارے میں بھرپور تحقیقات کرائی جائے؟ ان میں سے بعض افراد جنہیں جنگ میں کلیدی حیثیت حاصل تھی، ہمارے درمیان موجود نہیں، مگر اب بھی ہم میں بہت سے لوگ موجود ہیں، جو اس موضوع پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ چودہ ہزار پاکستانیوں نے جو شہید یا زخمی ہوئے آزادی کی قیمت ادا کی۔ ان بہادر پاکستانیوں اور ان کے خاندانوں کی جانب سے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان حقائق کو جو اب تک پردۂ راز میں ہیں بے نقاب کریں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جسٹس حمود الرحمان ایک اور تحقیقاتی کمیشن کی سربراہی کریں اور کمیشن کی رپورٹ منظر عام پر آئے، تاشقند کا راز بھی بے نقاب ہو۔"

میاں ارشد صاحب کی یہ تحریر اکتوبر ۱۹۷۷ء میں ایک مراسلے کے طور پر "پاکستان ٹائمز" لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ ظاہر ہے اس وقت ابھی جسٹس حمود الرحمان زندہ و سلامت تھے، ہاں سرکاری منصب سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ میاں صاحب کا یہ ارشاد کہ "جسٹس حمود الرحمان ایک اور کمیشن کی سربراہی کریں" صاف طور پر بتا رہا ہے کہ جو کمیشن پہلے بٹھایا گیا تھا اس کے مقاصد محدود تھے ہمیں معلوم ہے کہ تحقیقات کا دائرہ کار زیادہ تر دسمبر ۱۹۷۱ء کے باب میں پاکستانی عساکر اور خصوصاً کمانداران اعلیٰ کی کارکردگی کا جائزہ لینا تھا، اہل سیاست نے کیا کردار ادا کیا تھا؟ اس کمیشن کے دائرۂ کار سے باہر تھا، یعنی اصل مجرم صاف بچا لیے گئے۔ سیاسی فیلڈ مارشل اور سیاسی جرنیل گویا سر تا سر معصوم تھے۔

پھر لطف یہ ہے کہ اس محدود اور معصوم سی انکوائری کی رپورٹ سے بھی عوام کو عوامی حکومت نے آگاہ نہ کیا۔ بہانہ یہ کہ اہل فوج ناراض ہوں گے۔ بھئی اصل فوج کے ناراض ہو جانے کا خطرہ تھا تو پھر انکوائری کا تکلف ہی کیوں کیا تھا؟ اور ویسے فوج کی جو عزت اس عوامی دور میں ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے کی جا رہی تھی، وہ فوج کے بھی سامنے تھی اور عوام بھی اسے دیکھ پڑھ اور سن رہے تھے۔ مزید برآں یہ کہ خود جسٹس حمود الرحمان مرحوم کے خیال میں اس انکوائری رپورٹ کی اشاعت سے کوئی ایسی شرمندگی فوج کو لاحق نہ ہوتی۔

۱۹۷۶ء کے فروری کا آخری ہفتہ تھا یا شاید مارچ کا پہلا ہفتہ یوم حمید نظامی، جناح ہال میں منایا گیا، جسٹس محمود الرحمان صاحب کی صدارت تھی۔ میٹنگ کے بعد کھانا تھا، دوپہر کا کھانا، جس کے ضمن میں عزیز برادر حامد مجید نے اپنے گھر پر دعوت دے رکھی تھی۔ وہاں جسٹس محمود الرحمان صاحب سے بے تکلف ماحول میں کئی باتیں پوچھی گئیں۔ جن میں ایک یہ بھی تھی کہ اگر انکوائری کمیشن کی رپورٹ شائع ہو جائے تو کیا فوج والے بُرا مانیں گے؟ جسٹس صاحب نے فرمایا اس میں فوج کے خلاف کوئی ایسی خاص چیز نہیں کہ وہ بُرا مانیں یا توہین محسوس کریں۔

خیر بات تھی میاں ارشد حسین مرحوم کی۔ میاں صاحب اور میں جنوری ۱۹۸۰ء کے آغاز میں وزرائے خارجہ عالم اسلام کی اس میٹنگ میں بطور مبصر شریک تھے جو افغانستان پر روسی حملے سے پیدا شدہ صورتِ حال کے بارے میں منعقد ہوئی تھی۔ میاں صاحب مرحوم اور میں لاہور چلے بھی اکٹھے، کوئٹے بھی اکٹھے اور اسلام آباد میں بھی اکٹھے رہے۔ وہاں ہم دونوں کے لیے کار بھی مشترک تھی۔ اس اشتراکی صورتِ حال سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ میاں صاحب بڑے شائستہ بزرگ تھے۔ ٹھہر ٹھہر کے میٹھے میٹھے انداز میں بات کرتے تھے، جہاں اور بہت سی باتیں ہوئیں۔ وہاں جنگ ۱۹۶۵ء کے ضمن میں بھی گفتگو رہی، بلکہ یہ موضوع کئی بار تبادلۂ خیال کی زد میں آیا۔

میاں صاحب مرحوم نے بڑے دُکھ کے ساتھ بار بار کہا کہ میں حیران ہوں پاکستان نے ۱۹۶۵ء کی احمقانہ جنگ کیوں چھیڑی؟ "احمقانہ جنگ" میاں صاحب کے اپنے الفاظ ہیں، یہ میری تعبیر نہیں۔ میاں صاحب کا ارشاد تھا کہ پاکستان شاہراہِ ترقی پر گامزن تھا۔ زرعی شعبے میں کیے جانے والے اقدامات نے پاکستانی اقتصادیات کو نمایاں سہارا دینا شروع کر دیا تھا۔ صنعت و حرفت کے میدان میں بھی ہماری رفتار بڑی تیز تھی، نئے نئے کالج اور یونیورسٹیاں کھل رہی تھیں۔ فوج کی نئے اور جدید انداز میں تعمیر جاری تھی۔ سامانِ جنگ کے باب میں بھی فقر کا عالم نہ تھا۔ بڑا چین کا دَور تھا کہ اچانک اگست ۱۹۶۵ء میں جنگ نازل ہوگئی، بلکہ ہم نے اپنے اوپر نازل کر لی۔ اس جنگ کے باعث ہمیں وہ دھکا لگا کہ پھر ہم سنبھل نہ سکے۔ ہم آج تک اُس دھکے کے اثرات کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ اس جنگ نے ملکی سیاست کو ضعف پہنچایا، خود غرض بنگالی اہلِ سیاست نے اسی جنگ کے بہانے اپنی بے بسی کا رونا رویا کہ بنگالی یتامیٰ اور مساکین کی طرح چھوڑ دیے گئے تھے۔ ہمارا کون والی وارث تھا، لہٰذا ہمیں ہمارے استحکام اور بقائے وجود کے لیے یہ اور یہ خود مختاری دی جائے۔ معاہدۂ تاشقند نے کئی فتنوں کو جنم دیا۔ ایک فتنہ کشمیر کیس کا کمزور ہو جانا تھا۔ دوسرا فتنہ

مرکزی حکومت کا زوال و قار، مسٹر فتنہ بھٹو خود تھا جس نے یہ احوال خود ہی پیدا کیے اور پھر خود ہی دوسروں کو مجرم بنا کے بگڑی ہوئی قومی حالت سے اپنی ذاتی، وجاہت شکار کرنے لگ گئے۔ آخر بات مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علٰحدگی تک پہنچی، صنعت و حرفت کی ترقی کا قدم رُک گیا۔ فوج کی اُبھرتی ہوئی جوان قیادت میجر، کیپٹن اور لیفٹیننٹ کرنل کے درجے کی جوان اور بہادر قیادت میدانِ شہادت میں ٹوٹ گئی۔ وہ قابل افراد آگے جا کے نہ جانے کس شان کے اعلیٰ قائدین حسا کر بنتے۔

۶۵ء کی جنگ کا مسئلہ میاں ارشد حسین مرحوم کے لیے بہت تکلیف دہ احساسات کا مصدر و منبع تھا۔ باتوں باتوں میں میں نے پوچھا میاں صاحب ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ارد گرد کا زمانہ وہ تھا جب آپ دہلی میں پاکستان کے ہائی کمشنر تھے۔ آپ تو سب کچھ دیکھ رہے تھے کہ بھارت کیا ردِ عمل ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ کیا آپ نے پاکستانی حکومت کو اس کے احمقانہ جنگ کی طرف لے جانے والے احوال کے باب میں کوئی رپورٹ نہ دی؟ میاں صاحب نے بڑے تأسف سے کہا، میری کسی بات کی طرف محکمۂ خارجہ پاکستان کے سربراہوں نے کوئی توجہ نہ دی، بلکہ بعد از جنگ جب میں نے ان سے پُوچھا کہ بھئی میں دہلی میں بیٹھا ہوا صورتِ حال کا مشاہدہ کر رہا تھا اور آپ کو اس راہ پر چلنے سے روکنے کے لیے مراسلے پر مراسلہ لکھ رہا تھا، تو کیا آپ نے میری یعنی اس شخص کی بات کو ذرہ بھر وزن عطا نہ فرمایا جو حقیقتِ واقعہ سے آپ کو آگاہ کرنے پر پوری طرح قادر تھا۔ اس کے جواب میں پتہ ہے پروفیسر صاحب! محکمۂ خارجہ کے کرتا دھرتا حضرات نے کیا ارشاد کیا ان کا ارشاد یہ تھا کہ میاں صاحب ہم کشمیر کے ضمن میں اس طرح مصروف تھے کہ ہم نے آپ سے بیگ "B A G" کم ہی کھولے اور اگر کھولے بھی تو آپ کے مہر زدہ لفافے کھولنے کی فرصت نہ ملی —— دیکھا پروفیسر صاحب جس ملک کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی۔ اُس ملک میں اپنے بٹھائے گئے سب سے بڑے سرکاری نمائندے کے مراسلے ہی کھولنے کی تکلیف گوارا نہ کی گئی اور یہ وہ بات ہے جس کا میں اخبارات میں کئی بار ذکر کر چکا ہوں —— اور ظاہر ہے میاں ارشد حسین صاحب اس منصبی غفلت یا کوتاہی یا دانستہ پہلوتہی کا سب سے بڑا مجرم عزیز احمد صاحب کو قرار دیتے تھے جو اُس دور میں پاکستان کے محکمۂ خارجہ کے سیکرٹری تھے، ان پر صدر ایوب خان کو بھرپور اعتماد تھا اور بھٹو صاحب کے تو وہ ہمدم و ہمراز تھے ہی۔

اسی سلسلے میں ایک بار یہ بھی فرمایا کہ میں آج تک حیران ہوں کہ فیلڈ مارشل صاحب جیسے انتہائی محتاط فرد کس طرح اس اقدام پر آمادہ ہو گئے۔ ایوب خان جنگجو مزاج کے نہ تھے، وہ ہر قدم پھونک پھونک کر اُٹھاتے تھے اس کے باوجود بھٹو صاحب اور جنرل اختر ملک کی سکیم اور تجویز انہوں نے کیونکر مان لی، انہوں نے کیونکر فرض کر لیا کہ کشمیر میں خواہ صورتِ حال کیسی ہی خطرناک کیوں نہ ہو جائے۔ جیسی کہ کشمیر ہاتھ سے جاتا دکھائی دے تو بھی بھارت کشمیر کو بچانے کے لیے پاکستان پر حملہ نہ کرے گا؟ لیکن بھٹو صاحب نے "ڈیڈی ڈیڈی" کہہ کہہ کے کچھ ایسا اعتماد

ایوب خان کے دل میں پیدا کر لیا تھا۔ بھٹو صاحب نے ایوب خان کو یہ یقین دلایا کہ امریکہ ہمیں یہ اطمینان دلا رہا ہے کہ بھارت بین الاقوامی سرحد عبور نہیں کرے گا، لہٰذا پاکستان پر بھارتی یورش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ مسٹر عزیز احمد صاحب نے بھی بھٹو صاحب کی پُر زور تائید کی ہوگی، بہت کچھ تحریر میں آچکا ہے، یہاں بات لمبی نہیں کرتا۔

میاں صاحب مرحوم کے بقول مسٹر عزیز احمد صاحب نے جنرل اختر ملک پر بھی اپنے اعتماد کا اظہار کیا اور بھٹو پر بھی۔ اس طرح جو اعتماد صدر ایوب خان کو ان دونوں پر تھا، وہ رنگ لایا۔ رہا ملک اختر تو ظاہر ہے کہ اس وقت تک ایوب خان کے دل میں جنرل ملک اختر کی بڑی قدر تھی اور وہ ان کی ذہانت کے بھی قائل تھا اور شجاعت کے بھی ___ میاں ارشد حسین صاحب کی رائے میں بھٹو صاحب بہت زیادہ (A M B I T I O U S) ہوا پرست تھے، ان کے سر میں جلد از جلد پاکستان کا حاکم اعلیٰ یا بادشاہ بننے کی دُھن سمائی تھی، وہ صبر کر ہی نہیں کر سکتے تھے۔ میاں صاحب کے خیال میں بھٹو صاحب نے بدنیتی سے امریکہ کی ضمانت یا یقین دہانی والی بات گھڑی تھی جس سے عیاں ہے کہ وہ بے خبری میں پاکستان پر بھارتی حملے کا اہتمام کر رہے تھے۔ انہیں امید تھی کہ اچانک بھرپور حملے کے نتیجے میں پاکستانی فوجوں کے پاؤں اُکھڑ جاتے، اس طرح ایوب خان کا تخت ڈول جاتا اور بھارتی حکومت کے حسب منشا کوئی معاہدہ بھارت سے کر کے پاکستان کے حکمران بن جاتے۔ مشرقی پاکستان اس صورت میں بھی بھٹو صاحب کے پاکستان سے الگ ہو جاتا مگر آزاد ملک نہ رہتا، بھارت کا صوبہ بن چکا ہوتا اور یہ ہمارا پاکستانی ایک طرح کی بھارتی باج گزار مملکت سے زیادہ کچھ نہ ہوتا۔ ہاں بھٹو صاحب کی ہوس تو پوری ہو جاتی۔ اب قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا تھا کہ جنرل اختر ملک کے رویے کا کیا جواز تھا، کیا وہ بھی امریکی بھارتی یا بھٹوائی کھیل کھیل رہے تھے یا وہ صرف ایک فتح جو مُنہ زور کمانڈر کا کردار ادا کر رہے تھے؟ کیا جنرل اختر ملک کا کردار واقعی ایک مُحبِ وطن کا کردار تھا؟ یا کیا ملک اختر نے بھی بھٹو صاحب یا بھارت سے کوئی معاملہ کر رکھا تھا؟ ___ آپ کی اس باب میں کیا رائے ہے؟

میاں ارشد حسین نے فرمایا جنرل ملک اختر کا بھٹو صاحب کے ساتھ گٹھ جوڑ تھا مگر دونوں کے مقاصد میں بڑا واضح فرق تھا۔ بھٹو صاحب کی ذات اسیر ہوا تھی، وہ اُمنگ کے ہاتھوں بے تاب تھے۔ انہیں کرسی چاہیے تھی اور جلدی، خواہ وہ کسی قیمت پر ملتی، لیکن جنرل اختر ملک کا مسئلہ مذہبی تھا بلکہ فرقہ وارانہ، مجھے بڑے ثقہ حضرات نے بتایا ہے کہ وہ اپنے مسیح موعود مرزا غلام احمد کے کسی قول کی عملی تعبیر اپنے ہاتھوں رونما ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہیں لکھ رکھا ہے کہ اگر قادیان کبھی میرے نیازمندوں کے ہاتھ سے نکل بھی جائے ___

تو پھر اچانک ان کی گود میں آ پڑے گا، خواہ وہ کسی بھی تدبیر سے آئے۔

میں نے عرض کیا میاں صاحب یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے خوابی دھراں پر مبنی کسی قول کو عملاً پورا کر دکھانے کے جوش میں پورے ملک کی تقدیر کو خطرے میں ڈال دیا جائے۔ میاں صاحب بولے بہرحال ملک اختر کے دل میں تو قادیان کی بستی اچانک تمہاری گود میں آن پڑے گی، کو سچ کر دکھانا تھا تاکہ قادیانیت کی حقانیت دنیا بھر پر ثابت ہو سکے۔

میں نے کہا، میاں صاحب مجھ سے کئی قادیانی حضرات نے کشمیر میں جھڑپیں شروع ہونے پر پوچھا کہ " تَاْتِيْكَ بَغْتَةً " کا کیا معنیٰ ہے، میاں صاحب چونکے اور فرمایا۔ ہاں بس ایسی ہی عربی عبارت تھی جو مرزا غلام صاحب کی پیش گوئی کا لبِ لباب تھی اور اسی کی تعبیر عملاً بروئے کار لانے کی خاطر وطن کی تقدیر کو داؤ پر لگا دیا گیا تھا۔

میں نے وضاحت کی کہ میاں صاحب قرآن کریم میں ساعتِ قیامت کے بارے میں کئی بار آیا ہے اور وہ ہے " فَتَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً " (ساعتِ قیامت ان کو اچانک اچیت آن لے گی)، ہاں خود مجھ سے بھی ایک سے زیادہ بار پوچھا گیا ہے کہ " تَاْتِيْكَ بَغْتَةً " کا معنیٰ کیا ہے اور میں نے یہی عرض کیا ہے کہ مجھے تو اتنا ہی معلوم ہے یہ ساعتِ قیامت کی طرف اشارہ ہے کہ کسی سان گمان میں بھی نہ ہو گا اور قیامت آن لے گی اور لفظ تَاْتِيْكَ نہیں، بلکہ تَاْتِيَهُمْ ہے۔ اب عین ممکن ہے مرزائے قادیان نے " تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً " ہی کہا ہو کہ میرے ماننے والوں کو شہر قادیان دوبارہ اچانک یوں حاصل ہو جائے گا کہ ان کے سان گمان میں بھی نہ ہو گا اور یاد رکھنے والوں میں سے بعض کے ضعفِ حافظہ نے اسے " تَاْتِيْكَ بَغْتَةً " بنا دیا ہو۔

میں نے میاں صاحب مرحوم کو بتایا کہ جب چھمب جوڑیاں پر جھڑپیں شروع ہوئیں تو میں آرمی سکول آف ایجوکیشن اپر ٹوپہ مری میں اپنے ایک عزیز کے یہاں فروکش تھا۔ وہاں مجھ سے ایک جے سی او صاحب نے بھی یہی پوچھا تھا کہ " تَاْتِيْكَ بَغْتَةً " کا کیا معنیٰ ہے؟ اسی دور میں ایک بزرگوار تھے جو ماڈل ٹاؤن لاہور کے باسی تھے اور محترمی ظہیر الاسلام فاروقی صاحب کے پاس بوقتِ عشاء کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے اور تھے قادیانی المذہب، انہوں نے بھی مجھ سے یہی پوچھا تھا کہ " تَاْتِيْكَ بَغْتَةً " کا کیا معنیٰ ہے؟

جب میاں صاحب مرحوم نے جنرل اختر ملک کے باب میں بھی یہی کہا کہ جنرل اختر ملک کے سر میں یہ دھن سمائی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب کی فلاں مفہوم کی پیش گوئی کو سچ کر دکھائیں، تو اگرچہ یہ کلمات میرے لیے نئے نہیں تھے، تاہم میں چونکا ضرور، یا اللہ ایک جرنیل کے درجے کا آدمی اور فقط اپنی جماعت کا بول بالا کرنے کے لیے اپنے ملک اور پندرہ بیس کروڑ

(بقیہ ۴۳ پر)

خادم حسین

زبان میری ہے بات ان کی

O ڈاکو محب شیدی نے طالب المولیٰ کے ملازم سمیت چار افراد کو قتل کر دیا۔ (ایک خبر)
حج، شادی اور توبہ کے بعد کا ناشتہ!

O ایڈمرل سروہی کی شیخ زید بن سلطان النہیان سے ملاقات۔ (ایک خبر)
پاکستان میں ایک محل اور تعمیر ہونے والا ہے۔

O سندھ کے مسجد سکولوں میں ہندو اساتذہ۔ (ایک خبر)
کعبے کا متولی لالہ پنڈمی داس!

O باب پاکستان کی تقریب کے ۵۰ ہزار مہمانوں کا خرچہ پنجاب حکومت برداشت کرے گی۔ (ایک خبر)
ملازمین کی ماہ جون کی اضافی تنخواہ اسی لئے کاٹی گئی تھی؟

O جھنگ میں سپاہ صحابہ کے امیدوار اسمبلی میاں اقبال حسین کو ہلاک کر دیا گیا۔ (ایک خبر)
سچ کی راہوں میں جو مر گئے ہیں   فاصلے مختصر کر گئے ہیں۔

O ربوہ سے قادیانی بھارتی جاسوس پکڑا گیا۔ (ایک خبر)
محمد عربی کے غدار۔ پاکستان کے خیر خواہ کیسے ہوسکتے ہیں؟

O پاکستان اولیائے کرام کی دعاؤں سے قیامت تک قائم رہے گا۔ (وائیں)
اور مشرقی پاکستان--------؟

O ایک فیصد طبقہ ۹۹ فیصد عوام کا استحصال کر رہا ہے۔ استحصالی ٹولے میں پولیس، سرمایہ دار، جاگیردار اور وڈیرے شامل ہیں۔ (قاضی حسین احمد)
سگ و سگ زادگان۔ کرسی بہ کرسی!

O تحریک پاکستان کے ۶۹ کارکنوں کو گولڈ میڈل دیئے جائیں گے۔ (ایک خبر)
حالات کے قدموں پہ لپٹتا ہی چلا جاؤں   سانسوں کا تسلسل بھی مجھے موت نظر آئے
ملتا ہے یہاں تمغہ پینائی اسی کو!   لکیر پہ بھی جس شخص کو شہتوت نظر آئے

O سرحدوں کا محافظ اپنی بیٹی کو اغواء ہونے سے نہ بچا سکا۔ ملزمان بااثر اور پیسے والے ہیں۔ جعلی نکاح نامہ بنوا کر مقدمہ خارج کروا دیا پولیس ملتان سے تک مکا کر چکی ہے۔ (مہدی خان۔ ریٹائرڈ فوجی تحصیل کھاریاں)
اونچی حویلی والے زمیندار، گاؤں کے راجے ہیں۔ چڑیا کے بچے سے لیکر انسان کے بچے تک کا شکار کرنا ان کا مشغلہ ہے۔

O عارف والہ پولیس نے جعلی چھرا گروپ گرفتار کر لیا۔ (ایک خبر)
اس نے پولیس سے باقاعدہ اجازت نہیں لی ہوگی!

O روس میں انقلاب، لینن، سٹالن اور کے جی بی کے سربراہ کے مجسمے توڑ دیئے گئے۔
ستر سالہ کمیونزم کا دھڑن تختہ

O بائیں بازو کی سات جماعتوں (ترقی پسندوں) کا متحدہ جمہوری پارٹی کے قیام پر اتفاق۔ (عابد حسن منٹو)

"ٹھنڈا گوشت، کالی شلوار، خالی ڈبے خالی بوتلیں اکٹھی ہو گئیں۔

O ضلع کچہری پشاور میں مجسٹریٹوں اور وکلاء کے درمیان گالی گلوچ اور ہاتھا پائی۔ "مجسٹریٹ بدعنوانی میں ملوث ہیں"۔ زیادہ تر ریٹائرنگ روم میں بیٹھ کر ایجنٹوں کے ذریعے دولت سمیٹتے ہیں۔ (پشاور بار ایسوسی ایشن)

کن مردہ ضمیروں کا حالات پہ ہے قبضہ ملتا ہے مریضوں کو اعزاز مسیحائی!

O میری آرزو ہے کہ میری بیٹی ایک بار پھر گلوکاری شروع کر دے (والد ناہید اختر)

ڈب کے مرجا۔ فٹے منہ تیرا۔ دا بڑ دتے!

O پولیس ابھی تک سانحہ اسلام پورہ کے ملزم گرفتار نہیں کر سکی۔ (ایس ایس پی لاہور)

O پولیس مک مکا کر لیتی ہے۔ (وائیں)

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں!

O واپڈا کو نجی شعبے کے حوالے کرنے کا فیصلہ۔ (ایک خبر)

اس طرح حرام خوران ملت تو مر جائیں گے۔

O میں پاکستان کی فقیر ہوں۔ جہاں گئی خالی ہاتھ نہ لوٹی۔ (بے نظیر)

باپ صوفی، بیٹی فقیرنی، ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

O قوم نو کھرب روپے کی مقروض ہو چکی ہے۔ (نواز شریف)

پھر "باب پاکستان" جیسی چیزوں پر کروڑوں روپے کے زیاں کا جواز؟

O طالبات کی قابل اعتراض تصاویر اتارنے کے الزام میں انجینئرنگ یونیورسٹی کا پروفیسر گرفتار۔ (ایک خبر)

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

O اسلام آباد میں ہم نے جو کچھ کیا وہ محض ایک نمونہ تھا۔ (ساجد نقوی)

مسندِ اقتدار پر بیٹھے ہوئے لیگی کبوترو! آنکھیں کھولو۔

O ہمیں ان پڑوسیوں کے ساتھ چلنا چاہیئے جن کے ساتھ ثقافتی اور مذہبی رشتے ہیں۔ (جنرل اسلم بیگ)

بیگ صاحب! ایران کے ساتھ مسلمانوں کا ثقافتی رشتہ ہے نہ مذہبی تعلق۔

O اردو بل منظور کیا جائے۔ (وزیر اعظم کی تقریر کے دوران نعرہ بازی)

ایچیسن کالج، پبلک اور انگلش میڈیم سکولوں کے لاروے، ہیوپے کیسے برداشت کریں گے۔

O مولانا کوثر نیازی کی صدر اسحاق سے ملاقات۔ (ایک خبر)

کہاں شاہ عالمی مسجد کی خطابت اور کہاں مردار دنیا کی وزارت۔ لعنت بر پدر فرنگ!

O وہ پاکستان میں اسلام اور واشنگٹن میں یہودیوں کی بات کرتی ہیں۔ (جام صادق)

منہ پاکستانی تے پچھا امریکی۔ واہ واہ لہراں تیریاں

O غیر اسلامی اور خلاف قانون تقریب؟ پشاور کے تھانے دار نے گلوکار غلام علی کو گانے سے روک کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ (ایک خبر)

ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات میں فحاشی کا ذمہ دار مشیر برائے اطلاعات زیادہ پکا مسلمان ہے یا پشاور کا تھانے دار؟

تحریر : ڈاکٹر خالد علوی

نقطہ نظر

انحرافی قوتیں اور عالم اسلام

اسلام دین حق اور صراط مستقیم ' تاریخ انسانی میں ایک مثبت قوت کے طور پر تمام باطل قوتوں کے لیئے ایک چیلنج کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا ۔ یہ ایک ابدی پیغام اور ہمہ گیر انقلاب تھا اور ہمہ جہت تبدیلی تھی ۔ رسول کریم ؐ کی کامل قیادت نے ایک بااخلاق فرد اور ایک مستحکم سوسائٹی کی بنیاد رکھی ۔ اس تبدیلی نے شیطانی قوتوں کے لیئے حیات انسانی کا کوئی فارغ گوشہ نہیں چھوڑا تھا ۔ باطل قوتیں جس طرف کا رخ کرتیں انہیں اسلام سامنے نظر آتا ۔ اسی ہمہ پہلو دین نے انسان کو ان دیکھے معبود کی طرف دعوت دی جو ہر دینی سرگرمی کا اصل الاصول ہے ۔ یہ دعوت تمام انبیاء کی مشترکہ دعوت ہے ۔ چونکہ یہ تصور اعلیٰ فکری صلاحیت اور عمیق روحانی پاکیزگی کا متقاضی ہے ۔اس لیئے اسے سمجھنے اور قبول کرنے میں انسان نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے ۔ انسان کی بنیادی کمزوری اس کی مادیت اور محدودیت ہے ۔ اس نے عموماً اپنے ماحول سے معبود تخلیق کیئے ہیں اور انہی کو متصرف یا ماوراء الطبیعیات کے لیئے وسیلہ تصور کیا ہے اسے ان دیکھی حقیقت اور قوت کی موجودگی کا احساس تو ہو رہا ہے لیکن مادی وسائل کی تنظیم و تربیت میں اس کا دخل انسان کو سمجھ نہیں آیا ۔ بریں سبب اس کی ہمیشہ یہ آرزو رہی ہے کہ حقیقت منتظر کو لباس مجاز میں دیکھے ۔ اس ایک لغزش نے انسان کو اپنے خالق سے دور کر رکھا ہے ۔ رب کریم تو ہر دور میں انسان کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے لیکن یہ ہر دفعہ نئے بہانے بناتا اور خالق سے دوری کے نئے حیلے تراشتا رہا ہے ۔ قرآن نے خالق کائنات کا تعارف اس طرح کروایا :

لا تدرکہ الا بصار وھو یدرک الا بصار وھو اللطیف الخبیر : (انعام : ۱۰۳)

اسے نگاہیں نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے ' وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے ۔

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر : (الشوریٰ : ۱۱)

(کائنات میں) کوئی شے بھی اس جیسی نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا ' دیکھنے والا ہے ۔

فلا تضربوا للہ الا مثال ' ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون : (النحل : ۷۴)

پس اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو ۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

رب کریم کی ذات محسوس و مرئی نہیں اور انسان کی کمزوری دیکھنا اور محسوس کرنا ہے ۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اس کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے مادی وجود کی رہنمائی عطا کی تاکہ وسائل کی تنظیم و ترتیب میں اسے کوئی دقت نہ ہو ۔ انبیاء علیہم السلام کو بشری راہنمائی مہیا نہیں کی بلکہ ایک محسوس حقیقت کے ساتھ وابستگی کے لئے نقطہ آغاز میسر آئے اور انسان فکری و روحانی اعتبار سے غیر منظم اور گمراہ نہ ہو ۔ اس پہلو کو قرآن نے پوری طرح واضح کیا ہے :

و ما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القری ۔ افلم یسیروا فی الا رض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم : (یوسف : ۱۰۹)

ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں جتنے پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی آدمی ہی تھے اور ہم ان پر وحی نازل کیا کرتے

تھے پھر کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ان لوگوں کا انجام جو ان سے پہلے تھے ۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون : (نحل : ۴۳)

ہم نے آپ سے پہلے بھی آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے تھے جس کی طرف وحی نازل کرتے (ان سے کہیں) تم اہل الذکر سے پوچھ دیکھو اگر تمہیں معلوم نہیں ۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون : (انبیاء : ۷)

(اے پیغمبر) ہم نے آپ سے پہلے بھی آدمی ہی پیغمبر بنا کر بھیجے ہیں جن پر ہم وحی کرتے تھے ۔ (اے اہل مکہ) تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر تمہیں معلوم نہیں ۔

ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات (بقرہ : ۱۴۸)

ہر گروہ کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ پھیر لیتا ہے پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو ۔

لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ : (الحج : ٦٧)

ہم نے ہر امت کے لیئے عبادت کا ایک طور طریقہ ٹھہرایا ہے جس کی پیروی وہ کرتی ہے ۔

قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاھا فول وجھک شطر المسجد الحرام : (بقرہ : ۱۴۴)

آپ کے رخ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں ۔ لو ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو ۔ مسجد الحرام کی طرف رخ پھیر دو ۔ مشیت الٰہی کے مطابق جب اسلام ایک مکمل دین کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا تو وحدہ ' لا شریک کا نکھرا ستھرا تصور پیش کیا گیا ۔ اللہ واحد کی عبادت پر سوسائٹی کی تنظیم و استحکام کے لئے محمد کریم علیہ السلام کی نبوت اور قیادت و سیادت کو بطور اساس کے محکم کیا گیا ۔ نیز کعبۃ اللہ کو جہت خاص اور مرکز دین کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا ۔ قرآن پاک نے رسول کریمؐ اور کعبۃ اللہ کو جس حیثیت سے پیش کیا ہے اسے مندرجہ ذیل آیات سے معلوم کیا جا سکتا ہے ۔

رسول کی حیثیت

یا ایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیر لکم وان تکفروا فان للہ ما فی السماوات والارض : (النساء : ۱۷۰)

لوگو ! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آ گئے ہیں ایمان لے آؤ تمہارے لیئے بہتر ہے اور اگر انکار کرتے ہو تو جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ علیم بھی ہے ۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحی و یمیت فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ و کلمتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون : (اعراف : ۱۸۵)

آپ کہہ دیں ' " اے لوگو ! میں تم سب کی طرف سے اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین و آسمان کی بادشاہی کا مالک ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے وہی زندگی بخشتا ہے وہی موت دیتا ہے ' پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوتے نبی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی ' امید ہے کہ تم راہ راست پا لو گے ۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شی ء علیما : (احزاب : ۴۰)

(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں ' اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے ۔

کعبتہ اللہ

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکتہ مبارکا و ھدی للعالمین فیہ ایات بینات مقام ابراھیم و من دخلہ کان امنا ۔ و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ۔ و من کفر فان اللہ غنی عن العالمین : (ال عمران : ۹۷)

بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیئے تعمیر ہوئی ہے جو مکہ میں واقع ہے ۔ اس کو خیرو برکت دی گئی ہے اور جہان والوں کے لیئے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا ۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ۔ ابراہیمؑ کا مقام عبادت ہے ۔ اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا وہ مامون ہو گیا ۔ لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے ۔

جعل اللہ الکعبتہ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام والھدی والقلائد ذالک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السماوات و ما فی الارض وان اللہ بکل شی علیم : (المائدہ : ۹۷)

اللہ نے مکان محترم کعبہ کو لوگوں کے لئے (اجتماعی زندگی کے) قیام کا ذریعہ بنایا اور ماہ حرام اور قربانی کے جانوروں اور قلادوں کو بھی (اس کام میں معاون بنایا) تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ آسمانوں اور زمین کے سب حالات سے باخبر ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے ۔ پس امت مسلمہ کے استحکام کی تین بنیادیں ہیں :

1 : غیر مرئی معبود (اللہ کی ذات پاک)

2 : انسانی وجود کی رہنمائی (خاتم النبین کی شخصیت)

3 : محسوس مرکز (کعبتہ اللہ)

امت مسلمہ خوش نصیب ہے کہ ان دیکھے معبود کے ساتھ اس کا رشتہ مستحکم ہے ۔ استحکام کا سبب وہ جامع و مکمل پیغام ہے جو قرآن مجید کی صورت میں محفوظ ہے ۔ مسلمان جب چاہے اپنے رب سے ہمکلام ہو سکتا ہے ۔ حضور اکرمؐ کی محسوس راہنمائی آپ کی سنت اور امت کے متواتر عمل میں موجود ہے ۔ ضرورت مند کسی وقت اس کی جانب رجوع کر سکتا ہے اور محسوس مرکز کعبتہ اللہ کو قدرت الہٰی نے محفوظ و مامون رکھا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے کعبتہ اللہ اور اس کے گرد و پیش کو حرم قرار دیا ہے اور امن و چین کا گہوارہ بنایا ۔

واذ جعلنا البیت مثابتہ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی : (بقرہ : ۱۲۵)

اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبے) کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ابراہیمؑ جہاں کھڑے ہوتے تھے ۔ اس مقام کو مستقل جائے نماز بنا لو ۔

فاذ قال ابراہیم رب اجعل هذا بلدا امنا وارزق اهله من الثمرات من امن منهم باللہ والیوم الاخر ۔ قال و من کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الی عذاب النار وبئس المصیر : (بقرہ : ۱۲۶)

اور یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی ! " اے میرے رب اس شہر کو امن کا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں انہیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے " جواب میں اس کے رب نے فرمایا " اور جو نہ مانے گا ' دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اسے بھی دوں گا اور آخر کار اسے عذاب جہنم کی طرف گھسیٹوں گا اوروہ بدترین ٹھکانہ ہے ۔

اولم نمکن لھم حرما امنا یجبی الیہ ثمرات کل شی ء رزقا من لدنا ولکن اکثرھم لا یعلمون : (قصص : ۵۷)

کیا وہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پرامن حرم کو ان کے لئے جائے قیام بنا دیا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات کھنچے چلے آتے ہیں ۔ ہماری طرف سے رزق کے طور پر ۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۔

اولم یروا انا جعلنا حرما امنا ویتخطف الناس من حولھم افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ یکفرون : (عنکبوت : ۶۷)

کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پرامن حرم بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گردو پیش لوگ اچک لئے جاتے ہیں ۔ کیا پھر بھی یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران کرتے ہیں ۔

محسوس مرکز کے اس تصور کو مزید وسعت دینے اور انسان کی دینی تاریخ سے اس کو ملحق کرنے کے لئے قرآن نے مسجد اقصیٰ کا ذکر کیا تاکہ اسے مرکزیت میں سمو دیا جائے : فرمایا '

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر : (بنی اسرائیل : ۱)

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے ۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ۔

مکہ مکرمہ سے اگر نور ہدایت کی پہلی کرن پھوٹی تھی تو مدینہ اس نور ہدایت کی پوری جلوہ گری کا مرکز تھا ۔ مکہ اگر ظہور اسلام کا ذریعہ تھا تو مدینہ غلبہ اسلام کا مظہر ۔ اس لئے رسول اللہ نے محسوس مرکز کو مزید مستحکم کرنے کے لئے مدینے کو بھی حرم کی حیثیت دی تاکہ غلبہ اسلام کا تصور ذہنوں میں ہمیشہ تازہ رہے ۔

قال رسول اللہؐ ان ابراہیم حرم مکۃ فجعلھا حراما وانی حرمت المدینۃ فجعلتہ حراما : (مشکاۃ ۱۷ : ۶۶۰)

رسول ؐ اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم نے مکہ کو عظمت دی اور اسے حرم بنایا ۔ میں مدینہ کو عظمت دیتا ہوں اور اسے حرم قرار دیتا ہوں ۔

قال رسول اللہ : انی احرم ما بین لابتی المدینۃ ان یقطع عضاھھا او یقتل صیدھا : (مشکاۃ ۱ : ۹-۶)

رسول اللہ نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دو سنگستانوں (پہاڑوں کے درمیان) کو حرم قرار دیتا ہوں کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں اور نہ شکار مارا جائے ۔

المدینۃ حرام ما بین عیر الی ثور فمن احدث فیھا حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین : (مشکاۃ ۱ : ۹-۶)

رسول اللہ نے فرمایا کہ مدینہ مقام عیر سے ثور تک حرم ہے ۔ جس شخص نے مدینہ میں نئی بات پیدا کی یا نئی بات پیدا کرنے والے کو پناہ دی اس پر اللہ تعالی ' اس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہے ۔

انحرافی قوتوں نے اسلام کی تینوں بنیادوں کے خلاف بغاوت کی ہے ۔ توحید الٰہی کو شرک اور توہمات کے ذریعے ' رسول اللہ کی قیادت شخصی قیادتوں کے ذریعے اور مقدسات اسلامیہ کو بے حرمتی اور فساد کے ذریعے نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں ۔ گو امت مسلمہ کے اجتماعی شعور نے انحرافی سرگرمیوں کو ہمیشہ مسترد کیا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ قوتیں امت کے استحکام میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہوئی ہیں ۔

علمی اعتبار سے انحراف کی پہلی کوشش ملوکیت کا استحکام تھا لیکن فکری لحاظ سے سب سے پہلا انحراف عقیدہ امامت ہے ۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس نے پیغمبر معصوم کے بعد مزید معصوموں کو متعارف کرایا ۔ اس کے ذریعے مبہم شخصیتوں کی موجودگی کو شخصیت کی تاریخ کا حصہ بنا دیا اور موجودہ سرگرمیوں کا مرکز حاضر امام ٹھہرا ۔ اس کا مقصد رسول اکرمؐ کی سنت کو ناقابل التفات بنانا تھا ۔ مسلمانوں کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ ان کے ہاں کسی نئے نبی کا دعویٰ تو پذیرائی حاصل نہ کر سکا البتہ امامت کے تصور نے جڑ پکڑی ۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ حاضر امام کے تصور میں فریب کھا گیا اور یوں اس تصور کے گرد اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار ہوا ۔ اس ایڈیشن کی تیاری میں مجوسی روایات نے بعض بنیادیں فراہم کیں اور یونانی فلسفے نے دلائل و اسلوب بیان ' امامت پسند دانشوروں ' طالع آزماؤں ' اقتدار پسندوں میں اس کی جڑیں پھیلنے لگیں ۔ شعر و ادب نے اسے زبان دی اور لفظوں کے بعض شاذو منحرف سلسلوں نے اسے پناہ دے کر مقبول عام بنانے میں اہم کردار ادا کیا ۔ مسلمانوں کی تاریخ میں زیر زمین سرگرمیاں ' مسلمانوں کی اہم شخصیتوں کا قتل ' مسلمہ عقائد کے خلاف کھلم کھلا اظہار ناراضگی ' انہی لوگوں کے ذریعے ہوا جو کسی نہ کسی صورت میں عقیدہ امامت کے قائل تھے ۔ حاضر امام کے تصور نے کئی طالع آزماؤں کو تخریب و فساد پر آمادہ کیا ۔ قرامطہ ' باطنی ' اخوان الصفاء ' دروز نصیری ' اسماعیلی سب کے سب اسی تصور کی توسیع ہیں ۔ اگرچہ امام غائب کے تصور نے اس گروہ کی بڑی اکثریت کو نئی امامت سے محروم کر دیا ہے ۔ لیکن نیابت و ولایت کا تصور زندہ و فعال ہے ۔ سلاجقہ سے پہلے کچھ دیر کے لئے بنی بویہ کا منظم اقتدار تھا ورنہ اس گروہ کے مختلف افراد کا کردار تخریب کاری ' لوٹ مار اور بعض علاقوں میں محدود جبری تسلط کے سوا کچھ نہیں تھا ۔ اس گروہ کے اصل ہدف ہمیشہ مسلمان رہے ہیں ۔ مسلمانوں کی تذلیل ' ان کے مسلمہ اداروں کی بے حرمتی اور شعائر کی بے عزتی ان کا پیشہ رہا ہے محمود غزنوی کے عہد کا مورخ بعض وقائع کو بیان کرتا ہے جن سے مسلمانوں کے باطنی اقتدار کی واضح تصویر سامنے آتی ہے ۔ مصر میں فاطمیوں کا اقتدار ' ایران اور وسط ایشیا میں ان کا تسلط اور مسلم ہندوستان میں بعض ریاستوں کو تنظیم ملت اسلامیہ کے تلخ تجربات ہیں ۔

مسلمان جب تک غالب تہذیب اور محکم سیاسی قوت کے طور پر موجود تھے تو انحرافی سرگرمیاں دبی رہتی تھیں اور امت مسلمہ کو بحیثیت مجموعی کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا تھا جس کے ازالے کے لئے جدوجہد نہ ہو سکے ۔ ادھر ادھر جہاں کہیں بغاوتیں ہوئیں ' فرو کر دی گئیں ۔ کوئی ریاست قائم ہوئی تو اس پر کنٹرول رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا سیاسی یا فوجی حل تلاش کیا جاتا رہا ۔ فکری میدان کے شوشے علماء امت کے وزن سے بے اثر رہے ' اور انتظامی معاملات کو سلاطین اسلام نمٹاتے رہے لیکن مغربی استعمار کے ہاتھوں جب مسلمانوں کی سیاسی قوت ختم ہوئی اور مغرب کی فکری و عملی یلغار نے علمی مراکز کو بے بس کر دیا تو انحرافی قوتوں کو کھل کے کھیلنے کا موقع مل گیا ۔ استعماری حکمت عملی بھی کچھ

اس طرح کی تھی کہ ہر ملک سے انحرافی گروہوں کو تلاش کر کے ساتھ ملایا گیا اور مسلم اکثریت کو کچلنے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی ۔ مشرق وسطی میں یہودی عیسائی اقلیت کے ساتھ ' اسماعیلی دروز ' نصیری اور اثنا عشریوں کو استعمال کیا گیا ۔

برصغیر پاک و ہند میں دعوائے نبوت کی حوصلہ افزائی سے پہلے اور بعد میں بھی رفض کا رجحان رکھنے والوں کو چنا گیا ۔ تعلیم و تربیت کی سہولتیں دی گئیں ۔ مختلف مناصب پر فائز کیا گیا اور ان سے امت مسلمہ کے مجموعی مفاد کے خلاف کام لیا گیا ۔ صلیبی جنگوں میں روافض کے تمام گروہ صلیبیوں کے معاون تھے ۔ ایک مرحلے پر سلطان صلاح الدین ایوبی جیسا زیرک منتظم بھی قاتلانہ سازش کی زد میں تھا ۔ اگر یہ سازش کامیاب ہو جاتی تو تاریخ کا رخ کچھ اور ہوتا ۔ جس طرح حسن بن صباح کی سازش سے نظام الملک قتل ہوئے تو حالات بدل گئے ۔ ابن علقمی ' محقق طوسی ' اور جعفر جیسی شخصیتوں کے اثرات سلطنت عباسیہ اور مسلم ہند کے حوالے سے دیکھے جا سکتے ہیں ۔ مخالف اسلام قوتوں کو مسلمان معاشروں کے اس ففتھ کالم کا پورا پتہ ہے اور وہ اسے وقتاً فوقتاً استعمال کرتی رہتی ہیں ۔ اس وقت عالم اسلام پھر دشمن قوتوں کی زد میں ہے اور ان کی کوشش ہے کہ مسلمان متحد نہ ہوں اور سیاسی ' اقتصادی اور فوجی طاقت کے طور پر نہ ابھریں ۔ ان کے حربوں میں سے ایک حربہ مسلمانوں کے اندر موجود انحرافی گروہوں کا استعمال ہے ۔ مسلمانوں کے باشعور طبقوں خصوصاً علماء دانشور اور سیاسی کارکن اور صحیح الخیال صاحب ثروت لوگوں اور حکومتوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان قوتوں کے عزائم سے باخبر رہیں ۔ ان کی سازشوں کو بے نقاب کریں ۔ عامۃ المسلمین کو ان کے خطرناک عزائم آگاہ کریں اور تحفظ کا اہتمام کریں ۔ اس وقت کسی عمیق تحقیقی تجزیے کا پیش کرنا مطلوب نہیں صرف اس سمت توجہ دلانا مقصد ہے اس لئے عام اسلوب میں چند حقائق کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے ۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم ان قوتوں کی حکمت عملی کا ادراک ہے کیونکہ اسے سمجھے بغیر کوئی اقدام نہ صرف بے فائدہ بلکہ بعض اوقات تکلیف دہ ہوتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے طریقہ واردات کا ذکر کیا جائے ۔ انحرافی قوتیں حصول مقصد کے لئے کئی طریقے اختیار کرتی ہیں ۔ سب کا احاطہ مشکل بھی ہے اور طوالت کا باعث بھی ہو گا اس لئے چند امور پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے ۔

1: مسلم سوسائٹی میں مرتبہ قبولیت

انحرافی گروہوں کا یہ منصوبہ رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا قابل قبول حصہ رہیں ۔ منظم پروپیگنڈے اور جائز و ناجائز ذرائع کے استعمال سے قبولیت حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ مسلم معاشروں کو تاریخی تجربات کے حوالے سے ان گروہوں پر کبھی اعتماد نہیں رہا ۔ مسلمانوں کے اجتماعی شعور نے انہیں کبھی اپنا حصہ تسلیم نہیں کیا غداریوں ' سازشوں اور ظالمانہ رویوں کیوجہ سے ان پر کبھی اعتبار نہیں کیا ۔ دور حاضر کا کرشمہ ہے کہ یہ عناصر ملت اسلامیہ کا اہم جزو بن رہے ہیں مسلم عوام کی سادگی اور خلوص کی بے تدبیری و بے بصیرتی کی وجہ سے انہیں یہ مواقع ملے ہیں مثلاً آج کل فقہ جعفریہ کی اصطلاح کو فروغ دیا جا رہا ہے تاکہ عقیدے کے بنیادی اختلاف پر پردہ ڈال کر محض فقہی اختلاف کی بات ہو اور عام آدمی یہ سمجھے کہ یہ تو محض تعبیر کا اختلاف ہے اور علماء نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے ۔ ذرائع ابلاغ کو جس طرح استعمال کیا جا رہا ہے اور مذہبی مجالس میں جس طرح کے تصورات کی تشہیر ہوتی ہے اس کا لازمی اثر ذہنوں کی

تشکیل ہے ۔ ایک نسل میں اس کے اثرات کا اندازہ لگانا مشکل ہے ۔ برسوں کی منصوبہ بندی کے نتائج بھی دیر بعد ظاہر ہوتے ہیں ۔ عالم اسلام میں کامیاب پروپیگنڈا مہم کا نتیجہ ہے کہ عام آدمی رافضی کو برابر کی سطح پر تسلیم کرنے پر آمادہ نظر آتا ہے ۔ مسلمانوں کے باہمی اختلاف سے خوفزدہ اور اصلاح احوال سے مایوس افراد ' جن میں اچھے پڑھے لکھے لوگ بھی شامل ہیں ' اتحاد کے پرکشش نعرے میں رفض و انحراف اور اباحت پسندی والحاد کو بھی جگہ دینے پر تیار ہوتے ہیں ۔ یہ ایک دام تزویر ہے جس کے پرفریب ظاہر میں سم قاتل مخفی ہے ۔ استعماری قوتوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث ان گروہوں کو موثر حیثیت حاصل ہو گئی ہے ۔ اس کی تازہ ترین مثال عالمی تحریک اسلامی پر ایک گروہ کی یلغار ہے ۔ اس گروہ نے وسائل کی فراوانی اور پروپیگنڈے کے زور پر نہ صرف تحریک اسلامی کی اصطلاح کو اچک (HiJack) کر لیا ہے بلکہ بزعم خود تحریک اسلامی کے اصل نمائندے کا کردار بھی اختیار کر لیا ہے حالانکہ مختلف ممالک میں تحریک اسلامی کے کارکن مسائل و مشکلات سے دو چار ہیں ۔ ایران کے صفوی انقلاب میں ملک کی سنی اکثریت کا جو حشر ہوا اور علماء و ادباء کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کی ایک جھلک نور اللہ شوستری کی مجالس المومنین اور مصلح الدین اللاری شافعی کی تاریخ اسلام میں دیکھی جا سکتی ہے ۔ موجودہ ایران میں اتحاد اور انقلاب کے نام پر کردوں اور بلوچوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔

2۔ تحریص و ترغیب سے پیروؤں کا اضافہ '

انحرافی گروہوں کی منصوبہ بندی کا ایک پہلو تحریص و ترغیب ' منظم اقلیتیں اپنے وسائل اور مضبوط حکمت عملی کے باعث مسلمانوں کی صفوں میں مایوسی اور بددلی پیدا کرتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھا کر افراد کو اپنے دائروں میں جذب کرتی ہیں ۔ مختلف ممالک میں یہ عمل صدیوں سے جاری ہے لیکن پچھلی نصف صدی میں اس کی سرعت اور تاثیر کا اندازہ پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے کام کرنے والے کارکن ہی کر سکتے ہیں ۔ پاکستان کی مختلف حکومتوں نے استعماری ورثے میں آئی ہوئی پالیسی کے تحت معاشی اداروں اور صنعتوں میں انحرافی گروہ کو خوب نوازا ۔ نتیجہ معاشی اور صنعتی سیکٹر میں روزگار کے مواقع پر ان کا تسلط ہو گیا ۔ اس سیکٹر میں معمولی ملازمت سے لے کر اعلیٰ آسامیوں تک میں اس گروہ سے وفاداری اولین شرط قرار پائی ۔ ہمارے محبوب ملک پاکستان میں تو اب پرائیویٹ یونیورسٹیوں کی اجازت ملی ہے اور جو لوگ یہ ادارے قائم کر رہے ہیں ان کا حدود اربعہ بتانے کی ضرورت نہیں ۔ ان اقدامات کے پیچھے کتنی بین الاقوامی ضرورت ہے اور کتنے مقامی تقاضے اسے صرف واقفان حال ہی جانتے ہیں ۔ اس نظام کے تحت سب کچھ جاگیردار اور زمین دار کی مرضی سے ہوتا ہے ۔ پاکستان کے دیہات جاگیرداری اور زمین داری نظام میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ کیونکہ وہ ضلعی انتظامیہ سے منسلک ہوتا ہے اور سیاسی تگ و دو میں اس کی رسائی اسمبلیوں تک ہوتی ہے انحرافی مشنریوں نے اباحت پسندی کے انسانی مزاج سے فائدہ اٹھا کر جاگیرداروں کو متاثر کیا اور پھر ان کے ذریعے اپنے عقیدے کی نشرو اشاعت کا انتظام کیا۔ ان میں بعض خاندان اصلا مذہبی ہیں ۔ اس لئے انحرافی گروہ کو دوہری تقویت ملتی ہے ۔ ایک طرف مذہبی رسوخ ہوتا ہے تو دوسری طرف جاگیرداروں اور زمین داروں کا ایک بڑا طبقہ انحرافی تصورات کا علمبردار ہے ۔ اس صورتحال کا لازمی اثر اس علاقے میں بسنے والے عام آدمی پر ہوتا ہے ۔ علماء اہل سنت کی کوششیں اب اس لئے بار آور نہیں ہوتیں کہ بااثر زمین دار ضلعی انتظامیہ سے مل کر قانونی رکاوٹیں پیدا کرتا ہے اور پروپیگنڈے کے زور سے علماء پر فرقہ پرستی کا لیبل

چسپاں کر کے ان کی جدوجہد کو روک دیتا ہے ۔ ملتان ' جھنگ ' سرگودھا اور ڈیرہ جات کے جاگیرداروں کا طرز عمل کسی گہرے مطالعہ کا محتاج نہیں ۔

3۔ اعلیٰ مناصب کا حصول

عالم اسلامی پر استعماری قوتوں کے کنٹرول نے مسلمان معاشروں کو شکست و ریخت کا شکار کر دیا تھا ۔ ان قوتوں نے اپنی پالیسی کے تحت دینی و اخلاقی قدروں کو نقصان پہنچایا ' راسخ العقیدہ اہل دین اور صاحب اثر لوگوں کو غیر موثر کیا اور نئے تنظیمی ڈھانچے میں منحرفین کو پزیرائی بخشی ۔ ان گروہوں کو مسلمانوں کے خلاف ہر سازش میں استعمال کیا ۔ استعمار نے جس طرح انہیں چنا اور انہوں نے جس طرح خدمات انجام دیں ۔ وہ تاریخ کی بدیہی شہادت ہے ۔ آزادی کے بعد مسلم ممالک میں ایک خاص منصوبے کے تحت منحرف گروہوں کے لوگ اقتدار کے سرچشموں پر قابض ہو گئے ۔ فوج ' سول سروس ' ذرائع ابلاغ ' پولیس ' بنک اور انشورنس کمپنیاں ان کے حلقہ اثر میں آ گئے یہی وہ ادارے ہیں جن کے ذریعے مٹھی بھر افراد ملک کی غالب اکثریت کو بے بس کر دیتے ہیں ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی ملک میں فوجی انقلاب آتا ہے تو اسی گروہ کے لوگ موثر ہوتے ہیں اور اگر جمہوری عمل شروع ہوتا ہے تو بھی یہی لوگ برسراقتدار آتے ہیں کیونکہ مغربی نظام سیاست کے تحت سیاسی پارٹیاں بنتی ہیں یہ لوگ تمام پارٹیوں میں شامل ہوتے ہیں ۔ ان کی مضبوط منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے کہ راسخ العقیدہ افراد اور جماعتیں جس طرف کا رخ کرتے ہیں انہیں ایک موثر منحرف کھڑا دکھائی دیتا ہے ۔ شام کو لیجئے وہاں نصیریوں کی محدود اقلیت نے فوجی طاقت کے ذریعے ملک کی سنی اکثریت کو ظلم کے شکنجے میں کسا ہوا ہے پاکستان کی چالیس سالہ تاریخ میں سکندر مرزا ' یحییٰ خان اور بھٹو صاحب جیسے لوگ اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور جانے اس وقت بھی کتنے اہم اور حساس مناصب پر انحرافیوں کا قبضہ ہو گا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لاہور ٹی وی کے ایک پروگرام مینجر نے میرے سامنے کہا تھا ' " صاحب آپ پسند کریں یا نہ کریں محرم کے دوران ٹیلیویژن ایک امام باڑہ نظر آئے گا " ایک خاص منصوبے کے تحت حساس اسامیوں پر انہی لوگوں کا تعین ہوتا ہے جو اس گروہ کے مفادات کا خیال رکھیں۔ پاکستان میں نظام زکواۃ کے نفاذ پر جب انحرافی گروہ نے مظاہرہ کیا تھا تو فوج اور سول کے کئی افسروں نے ان کا ساتھ دیا تھا ۔ یہ خبریں بھی مشہور ہوئیں کہ کابینہ کے اندر ایک سینئر وزیر صدر صاحب کو یہ مشورہ دے رہا تھا کہ یہ مظاہرہ خطرناک ہے ان لوگوں کی بات مان لینی چاہئے اور مظاہرین کو یہ سمجھا رہا تھا کہ مظاہرے کو ذرا زور دار بنایئے تب کام بنے گا ۔ تقسیم کار کی اس حکمت عملی نے اس انحرافی گروہ کو پاکستان میں بڑی قوت دی ہے ۔

۴: قیادت کا عدم استحکام

امت مسلمہ کی اکثریت چونکہ سنی ہے اس لئے منحرفین کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ سنیوں کے ہاں کوئی متفقہ قیادت نہ ابھر سکے ۔ مسلم قیادتوں کو قتل کرانے ' بدنام کرنے اور عامۃ المسلمین میں ان کے خلاف بے اعتمادی کی فضا پیدا کرنے میں ہر دور کے منحرف گروہوں نے فعال کردار ادا کیا ہے بعض حالات میں تو پروپیگنڈے کے زور سے منحرف افراد کو مسلمانوں کا متفقہ لیڈر بنانے کی مساعی کی ہیں۔ سکندر مرزا ' یحییٰ خان اور بھٹو صاحب کو مسلمہ لیڈر بنانے کی کاوشوں کے

علاوہ آیت اللہ خمینی کو امام المسلمین قرار دینے کی بین الاقوامی مہم اسی اپروچ کے مظاہر ہیں ۔ متفقہ قیادت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان انتشار کا شکار رہیں گے اور انحرافی و استعماری قوتیں اپنے مفادات حاصل کرتی رہیں گی ۔ سیاسی قیادتوں کے خلاف یہ طرز عمل اہم مضمرات کا حامل ہے ۔ ذرا غور کریں تو واضح ہو گا کہ دینی قیادتیں بھی اس کی زد سے محفوظ نہیں ۔ صحابہ کرام ' آئمہ ہدی اور علماء امت کے خلاف جو زبان منحرفین استعمال کرتے ہیں اس سے ان کے عزائم کا پتہ چلتا ہے ۔

۵: شعائر کی بے احترامی

ملت اسلامیہ کا فکری وجود اگر صحیح عقیدے پر منحصر ہے تو اس کی وحدت اور تشخص کا مدار شعائر اللہ کی تعظیم و حفاظت ہے ۔

ارشاد خداوندی ہے :

و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب

جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے یہی تو دلوں کا تقوی ہے ۔

انحرافی قوتیں اگر ایک طرف صحیح عقیدے سے انحراف اور باطل تاویلات میں مصروف رہی ہیں تو دوسری طرف ملت کے تشخص کے مظاہر ' مقامات مقدسہ کی بے احترامی اور فساد میں ہمیشہ منہمک رہی ہیں ۔ حرمین شریفین اور مسجد اقصیٰ کی حرمت وتقدس پر امت مسلمہ کا اتفاق رہا ہے ۔ استعماری قوتوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں میں شامل انحرافی گروہوں کی مدد حاصل کی ۔ حرمین کے تقدس کو پامال کرنے اور انہیں تخریب کاری کا نشانہ بنانے کے لئے جو اقدامات ہوئے ہیں وہ بھی انہی انحرافی گروہوں کی کارستانی ہے ۔ اسلامی عقیدے کے لحاظ سے حرمین امن و سکون اور حفاظت و استحکام کا ذریعہ ہیں ۔ کعبہ تو عبادت ' ذکر الہی ' طواف اور انابت الی اللہ کے لئے وضع کیا گیا ہے قرآن کی متذکرہ الصدر آیات میں حرم مکی کی حیثیت بیان کی گئی ہے ۔ ابراہیم نے جس مشن کا سنگ بنیاد رکھا تھا خاتم النبیین نے اس کی تکمیل کی اور کعبتہ اللہ کو مسلمانوں کا مرکز محسوس اور تشخص قرار دیا ۔ ابراہیم کی دعاؤں میں جہاں پھلوں کے رزق اور لوگوں کے مرکز توجہ ہونے کا ذکر ہے وہاں اس گھر کے گہوارہ امن ہونے اور فساد و قتال سے محفوظ ہونے کا ذکر بھی موجود ہے ۔ صدیوں سے یہ شہر امن و سکون کا گہوارہ رہا ہے جاہل اور اکھڑ عرب بھی اس کی بے احترامی سے ڈرتے تھے اور وحشی سے وحشی لوگ بھی اس شہر کے احترام میں اپنی تلواریں نیام میں ڈالے لیتے تھے ۔ حرم کی بے احترامی پر خبردار کرتے ہوئے قرآن نے کہا :۔

و من یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم (حج : ۲۵)

جو کوئی اس میں ظلم سے زیادتی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ۔

قرآن نے الحاد کی یہی اصطلاح عقیدے کے ضمن میں بھی استعمال کی ہے ۔

وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون (اعراف : ۱۸۰)

اللہ کے لئے ہیں خوبصورت نام ۔ اس کو انہی سے پکارو ' ان لوگوں سے صرف نظر کرو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ وہ کرتے ہیں ۔

ان الذین یلحدون فی ایاتنا لایخفون علینا افمن یلقی فی النار خیر ام من یاتی امنا یوم القیامتہ - اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر - (حم السجدہ: ۴۰)

وہ لوگ جو ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں ہم سے مخفی نہیں - بھلا وہ جو آگ میں ڈالا جا رہا ہے بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن میں آئے گا - تم جو چاہو عمل کرو وہ دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو - منحرف قوتیں عقیدے کے الحاد اور عمل کے الحاد میں مبتلا ہونے کے باعث مسلمانوں کے ہر شعار کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں - اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں شغل بے احترامی کے گواہ ہیں - عبادات ' عہدہ قضا ' منصب امامت و خطابت ' تلاوت قرآن ' اذان ' مناسک حج ' اور حرمین کسی نہ کسی صورت میں انحرافی قوتوں کا ہدف تنقید بنتے رہے ہیں - چونکہ حرمین کی حیثیت مرکز وحدت کی ہے اس لئے انہیں زیادہ نشانہ بنایا گیا نئی زیارت گاہیں تخلیق کر کے حرمین سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی گئی - پھر بھی نہ بنی تو براہ راست نشانہ بنایا گیا - غیر مسلمانوں کی نظر بھی حرمین پر رہی ہے اور مسلمانوں کی صفوں میں موجود منحرفین نے بھی حرمین کی بے احترامی کو اپنا شعار بنائے رکھا ہے - حرمین کا تحفظ امت مسلمہ کو ہمیشہ عزیز رہا ہے - مسلمانوں کی تاریخ میں صرف دو ہی اہم واقعات ہیں - جب کعبتہ اللہ کو نقصان پہنچایا گیا ایک واقعہ اقتدار کی کشمکش اور ملوکیت کی ہوس کا ہے جب حجاج بن یوسف نے حرم مکی میں محصور عبداللہ بن زبیر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے منجنیق سے کعبہ پر پتھر برسائے اور دوسرا واقعہ قرامطہ کی بغاوت کا ہے - روافض کا یہ باطنی گروہ اپنی بغاوت اور سرکشی کے باعث پوری امت مسلمہ کے لئے مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا - تھوڑی دیر کے لئے حرم پر ان کا قبضہ ہوا تو نہ صرف اس کا تقدس پامال ہوا بلکہ حجر اسود کو اس کے مقام سے اکھیڑا گیا - حجر اسود کی شکستگی آج بھی اس حادثے کی یاد تازہ کرتی ہے -

یہ حسن اتفاق ہے کہ منحرف قوتوں کو ملت پر کبھی غلبہ نصیب نہیں ہوا - جہاں کہیں جزوی طور پر اقتدار ملا وہ اس پوزیشن میں کبھی نہیں آئے کہ وہ حرمین کی تقدیس کو پامال کر سکیں - مصر کے فاطمی ' عباسی خلافت پر مسلط بنی بویہ اور دسویں صدی کے صفوی اتنے طاقت ور نہیں تھے کہ حرمین میں فساد ڈالتے - یہ دور حاضر کی کارستانی ہے کہ انقلاب اسلامی کے نام پر ایک ایسا زہر گھول دیا ہے جس سے پورا عالم اسلام اذیت و کرب میں مبتلا ہے - اس انقلاب نے نہ صرف مسلم ممالک میں موجود ہم خیال گروہوں کو اکیجہت کیا اور آمادہ فساد کیا ہے بلکہ کفرستان میں موجود مسلم اقلیتوں پر بھی شب خون مارا ہے - مادی وسائل ' تشہیری ذرائع اور فعال ایجنٹوں کے ذریعے ہر جگہ مسلمانوں پر مایوسی اور بد دلی پھیلائی ہے - تاکہ ان کی ملت بڑھ سکے - بد قسمتی سے برطانیہ ہی میں ایک گروہ کی طرف سے حرمین کے سلسلے میں ایک قرار داد پاس ہوئی تھی جس کے جواب میں برطانیہ کی مسلم کیمونٹی نے متفقہ طور پر تقدس حرمین کے تحفظ کا اعلان کیا تھا - یہ تو ایک رائے کا اظہار تھا لیکن انقلابی قیادت نے تو بین الاقوامی پروپیگنڈہ کی سازگار فضا میں حرمین میں عملی فساد کا منصوبہ بنایا تاکہ ' انتشار زدہ عالم اسلام مرکز سکون و اطمینان سے بھی محروم ہوجائے - دشمن اسلام طاقتیں یہ چاہتی ہیں کہ فساد اور بد نظمی کی ایسی فضا پیدا ہوجائے کہ اسرائیل کے لئے آسانیاں پیدا ہوں - ایک عام مسلمان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اسرائیل اور امریکہ سے دشمنی پر مبنی پروپیگنڈے کے درپردہ انہی مقاصد کی تکمیل ہوئی ہے جو دشمنوں کو عزیز ہیں -

منحرف قوتوں کے عزائم منفی ہیں ' حرمین کی بے احترامی ان کا عملی اقدام ہے اور مسلمان ملکوں میں انتشار ان کا فلسفہ - جہاں جہاں یہ لوگ موجود ہیں وہ انحراف کے مرکز سے وابستہ ہیں اور وہیں سے ہدایات حاصل کرتے ہیں - راسخ العقیدہ مسلمان عوام اور دینی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ محکم حکمت عملی سے اس کا توڑ کریں - جن راہوں سے

(بقیہ ۶۲ پر)

مسز انجمن آراء صدیقی

اسلامی طرز معاشرت اور جدید معاشیات

ابتدائے آفرینش سے عصر حاضر تک بنی نوع انسان کے فلسفۂ حیات اور تہذیب و تمدن کا سفر مسلسل مختلف ادوار و مراحل سے گزرتا ہوا دورِ جدید کی طرزِ معاشرت اور نظامِ مملکت پر منتج ہوا۔ عوام الناس کو اپنی معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں کے حوالے سے بروقت عدل و انصاف کے حصول اور ریاستی نظم و نسق چلانے کے لئے کسی نہ کسی انداز میں اصول و مقاصد اور قوانین و ضوابط کو اپنانا تھا خواہ ان کا ماخذ انسانی ہو یا ربانی یعنی جو انسانوں کے نت نئے تجربات و مشاہدات کا مجموعہ ہو یا کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے جملہ معاملات کا تصفیہ الہامی اور مذہبی کتابوں کی روشنی میں کیا جائے۔ یا پھر دونوں کا مجموعہ ہو۔ یعنی وقت، حالات، ضروریات اور بدلتی شخصیات کے زیر اثر کبھی کسی مسئلہ کا حل دینوی قوانین و دستاویزات میں ڈھونڈ لیا تو اسی مخصوص مسئلہ کو مخصوص ضرورت، مصلحت کے تحت مروجہ احکام الہٰی کو بروئے کار لا کر فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ تمام دینوی امور کو دینوی قوانین کے تابع کر دیا جاتا ہے اور دین و مذہب سے لوگوں کے لگاؤ اور اعتقاد کو نجی اور ذاتی معاملہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسے صرف رسومات اور عبادات کی ادائیگی تک محدود و محصور کر دیا جاتا ہے۔ مذاہب عالم میں اسلام ہی دین اکمل ہے اور اتنا مکمل کہ اسے کسی ازم کی پیوند کاری کی قطعی ضرورت نہیں۔ اسلامی نظام معاشرت کے تمام قوانین کا مرجع و منبع قرآن کریم و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسلامی ریاست کا نصب العین معرفت الہٰی، اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فلاح و کامرانی دین و دنیا ہے۔ اقتدار و اختیار کلی اور طاقت و قوت کا اصل سرچشمہ خدائے بزرگ برتر کی ذات اقدس ہے اور وہی عبادت کے لائق۔ جبکہ لادینی ریاستوں کے اصول و مقاصد صرف حصولِ دنیا اور نفسانی خواہشات کی تکمیل تک محدود ہیں۔ اُخروی زندگی، عمل احتساب، جزا و سزا سے انکا کوئی واسطہ نہیں۔ طاقت کا سرچشمہ ریاست کے عوام خود ہی ہوتے ہیں اور اپنے بنائے ہوئے قوانین کے خود ہی اسیر و پابند۔

اسلامی ریاست کا ہر فرد چونکہ کلیتاً اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے۔ اسلئے توکل، عفو و درگزر، تقویٰ، صبر و استقامت وغیرہ مسلمانوں کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ اس کے برعکس اللہ پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے حرص و ہوس سے مغلوب ہو کر اور انصاف و اعتدال کا دامن چھوڑ کر انسان ان اوصاف حمیدہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہذا مسلم امتہ کا ہر وہ انفرادی یا اجتماعی عمل جس سے ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے نقصان پہنچ رہا ہو خود بخود ممنوع اور متروک قرار پائے گا۔

توحید، عبادت و بندگی اور اخلاق و آداب کی طرح اسلام میں معیشت کا انداز بھی مختلف اور منفرد ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "نیکی یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں اور یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کریں۔ عہد کریں تو وفا کریں اور تنگی اور مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز و متقی" "پوچھتے ہیں راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد ہو"۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے گا تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے"۔ جو مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو"۔ "جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں انکی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں"۔ "اللہ کی راہ میں خرچ کر کے احسان نہ جتاؤ"۔ "اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو اگر زور کی بارش ہو جائے تو دو گنا پھل آئے اور اگر ہلکی پھوار بھی ہو تو بھی کافی ہے"۔ "خیرات میں جو مال خرچ کرتے ہو تمہارے اپنے لئے

بھلا ہے"۔ جو لوگ اپنا مال شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے"۔ "جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم جانو تو جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہونے والا ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے"۔ "بے شک آخرت کی زندگی بہتر ہے دنیا کی پہلی زندگی سے"۔ "مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں انکے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے۔ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام لہذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے آئندہ کے لیئے سود خوری سے باز آ جائے، تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا، سو کھا چکا، اسکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو اس حکم کے بعد پھر اس حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہے گا"۔ "اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے"۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کر لو (سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو ظلم نہ کرو۔ تمہارا قرضدار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو"۔ "شراب جوئے میں بڑی خرابی ہے" "اللہ کے عہد کو تھوڑے سے فائدے میں نہ بیچ ڈالو"۔ "جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے پاک صاف ستھری چیزیں کھاؤ"۔ "دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو"۔

اسلامی ریاست کے حدود میں سود اپنی ہر شکل میں حرام ہے اس کا لینا اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان بغاوت تصور ہو گا۔ معاشی زندگی میں اسلام نے نہ صرف لوگوں کو حدود اللہ کا پابند کیا اور اخلاقی ضابطوں کے احترام کا درس دیا۔ بلکہ کسب حلال کو اللہ کا فضل اور نماز کے بعد سب سے بڑا فرض قرار دیا۔ اسلام اضافہ آبادی کے حقیقی مسئلے کا حل اضافۂ پیداوار تجویز کرتا ہے۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے"۔ رزق کا دروازہ عرش تک کھلا ہے۔ اور اسباب معیشت غیر محدود ہیں"۔ (کنوز الحقائق) پیداوار بڑھانے اور جائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے کے لئے محنت اور معاشی جدوجہد کو اسلام بے حد پسند کرتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک خستہ حال صحابی کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑی خرید دی اور لکڑی کاٹنے پر لگا دیا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ صنعت و حرفت سے روزی کی تکمیل انسان پر فرض کفارہ ہے"۔ "جو شخص دنیا کو جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے تاکہ سوال سے بچے اور اہل و عیال کی کفالت کرے اور ہمسایہ کی مدد کرے، تو قیامت کے دن اسکا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن آدم کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کے لئے ایک گھر ہو جس میں وہ رہ سکے، کپڑا ہو جس سے وہ اپنے جسم کو ڈھانپ سکے اور کھانے کے لئے روٹی اور پینے کے لئے پانی میسر ہو (ترمذی)۔ اس طرح اسلامی معیشت کے واضح اصول و ضوابط واضح کر دیئے گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امانت دار تاجروں کا حشر صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا"۔

دیانتداری کے علاوہ باہم رضامندی، احسان، خلوص، اخوت و مروت وغیرہ اس کے زریں اصول قرار دیئے۔ جبکہ ذخیرہ اندوزی، ناجائز نفع خوری پر لعنت فرمائی۔ اسلام نے تجارت کے ان طریقوں کے لئے اپنے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے ہیں جس سے مناسب محنت کے بغیر دولت ہاتھ آ رہی ہو یا جس سے کسی دوسرے فریق سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہو۔ یا جو دولت بے حیائی کے فروغ کا باعث بن رہی ہو۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سود، شراب، بت فروشی، جوا، سٹہ، لاٹری، قرعہ اندازی وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول "فروغ پیداوار کی ترغیب و ترویج ہے تو ساتھ ہی زکوٰۃ، خیرات، صدقات، قانون وراثت، نظام عشر، جزیہ، خراج، انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ کی مدد سے دولت کی عادلانہ تقسیم کو نہ صرف یقینی بنایا گیا ہے بلکہ اسلام نے دولت کی گردش کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کیا ہے۔ ارشاد ربانی

ہے۔ "رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اسکا حق، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اگر ان حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے تمہیں کترانا ہو اس بناء پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو، تو انہیں نرم جواب دے دو"۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ کی روشنی میں اسلامی حکومت میں معاشی سرگرمیوں کا مکمل خاکہ ذہن کے کینوس پر اتر آتا ہے۔ اب اگر اس کے باوجود بھی حکومت یا عوام وقتی مصلحت، کج روی، کم علمی، نادانستہ یا دانستہ اس نظام سود کو عارضی یا مستقل بنیاد پر جاری رکھنے پر مُصر ہوں تو یقیناً اللہ اور اسکے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت اور نافرمانی ہی ہو گی۔ ارشاد ربانی ہے۔

"اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا"۔ "اللہ کی گرفت اور اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو"۔ (سورۃ الاعراف پارہ ۹)

آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور امور زندگی میں من مانی سے یقیناً ہم اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے دور ہو جائیں گے۔ سودی نظام معیشت کی اسلامی نظام معیشت سے کوئی مطابقت سرے سے ہے ہی نہیں۔ بلکہ اسکو اختیار کرنے والا ظالم، کسب حرام کا مرتکب اور اسلام کا باغی ہے جس کی سرکوبی کے لئے اعلان جنگ واجب ہے۔ اس لئے سودی نظام اپنا کر کوئی ملک کوئی قوم معاشی اعتبار سے نہ تو خود کفیل ہو سکتی ہے اور نہ خوشحال، بلکہ اسکا انجام بالآخر تباہی و بربادی ہے۔ آج اگر ہم اپنی ملکی معیشت کے حوالہ سے سوچیں تو اندرون و بیرون ملک رونما ہونے والے حالات و واقعات، کمر توڑ مہنگائی، دہشت گردی، تخریب کاری، فساد، توڑ پھوڑ، قتل و غارت گری، دھوکہ، فریب اور ریاکاری بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (I M F) کے ادارے کی نت نئی پابندیاں عذاب سے کم نہیں۔ موجودہ سوویت روس کی تازہ صورت حال بھی اسکی بدترین مثال ہے۔ جسکے معاشرتی و معاشی نظام کی بنیاد انکار وجودِ باری تعالیٰ پر قائم ہے۔ آج انتہائی بلندی سے انتہائی انتشار اور تنزلی کی طرف مائل سفر ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک اس نظام کے بھنور میں پھنس کر سسک رہے ہیں۔ کچھ چشم پوشی میں مصروف، تو کچھ اپنی ساکھ دوسری قوم سے مدد و تعاون سے بچانے میں مصروف ہیں۔ کوئی اپنی گردن کا طوق دوسری قوم پر ڈالنا چاہتا ہے۔ کوئی اپنا خسارہ دوسروں پر ڈال کر جان چھڑانا چاہتا ہے۔ بہر حال دیر ہو یا سویر دیوالیہ نکلنے کو ہے۔ اس نظام سے کامل انکار ہی امت مسلمہ کی ہمہ جہت بقاء کی ضمانت ہے۔

بقیہ از ص ۴۱

بدلنا شروع ہو گیا تھا۔

یاد رہے کہ بدبخت مجرم فلک شیر رافضی شیعہ ہے۔ اور شیعہ قرآن کریم کی تحریف کے قائل ہیں اور اس پر کامل ایمان نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو سچا مومن بنائے، ایمان و یقین کی دولت سے نوازے اور قرآن و حدیث، نبوت و رسالت اور سیرت ازواج و اصحاب رسول کے تحفظ کیلئے جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ از ص ۵۹

انحراف داخل ہوا ہے ان کی پاسداری کی جائے اور جو طریقے وہ اختیار کر رہے ہیں اکی معرفت حاصل کی جائے اور ان کا سد باب کیا جائے۔ بدقسمتی ہو گی کہ عوام کی بے خبری اور قیادت کے تساہل کے باعث وہ پھلتے پھولتے رہیں۔

(بشکریہ: ماہنامہ "افکار معلم" لاہور: مئی ۱۹۹۱ء)

مولانا محمد سعید الرحمن علوی

حسنِ انتقاد

نام کتاب : شعور

مصنف : مفکر احرار چودھری افضل حق

ناشر :- بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

قیمت ۲۵/ روپے

برعظیم کے معروف راجپوت خاندان کا چشم و چراغ افضل حق، پولیس اور وہ بھی برطانوی دور کی پولیس کے معتبر کل پرزے کے طور پر خدمت سر انجام دے رہا تھا۔ کارکردگی، محنت اور محکمہ کے حوالہ سے اس کا دنیوی مستقبل خاصا روشن تھا لیکن قدرت کو اس کی دنیا سے بڑھ کر اس کی آخرت عزیز تھی، اس لئے بہادروں کے شہر لدھیانہ میں تحریک خلافت کے دوران ۱۹۲۱ء معروف نوجوان مقرر سید عطاء اللہ شاہ بخاری ---- جو چند سال بعد محدث عصر مولانا انور شاہ کاشمیری کی بیعت کے سبب امیر شریعت قرار پائے ---- کی تقریر اور نگاہ فیض اثر نے ایسا گھائل کیا کہ افضل حق اس منفعت بخش نوکری کو چھوڑ کر کانٹوں بھری راہ پر چل کھڑا ہوا حتیٰ کہ آٹھ برس بعد جب لاہور کے تاریخی شہر میں اہل جنوں نے مل کر قافلہ احرار مرتب و منظم کیا تو افضل حق اس میں پیش پیش تھے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۲ء تک لگ بھگ ۱۴ برس کا عرصہ افضل حق نے اس طرح گزارا کہ احرار اور وہ لازم و ملزوم قرار پائے تا آنکہ ۴۲ء میں جنازہ بھی دفتر احرار لاہور سے اٹھا۔

قدرت نے اس شخص کو جو شعور، وجدان اور سوچ و فکر کی نعمتیں عطا کی تھیں، اس نے ان کا نہایت صحیح استعمال کیا اور یوں اپنے مالک کی نعمتوں کی صحیح قدر کی، وہ بولتا تو اس کے منہ سے پھول جھڑتے، لکھتا تو موتی پروتا۔

بے پناہ جماعتی مصروفیات، ملک بھر کے دوروں اور روز روز کی جیل کے باوصف اس کے قلم سے ۱۴ کتابیں نکلیں جن میں "محبوب خدا" سیرت رسول پر اس کا اچھوتا شاہکار ہے تو "دین اسلام" اللہ تعالیٰ کے آخری دین کی نہایت درجہ خوبصورت اور سچی تصویر و تعارف۔

آزادی ہند، تاریخ احرار، پاکستان اور اچھوت اور مختلف خطبات صدارت سیاسی حوالہ سے اس کے گہرے اور پختہ شعور اور مسائل کے حقیقی ادراک کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جبکہ جواہرات، آزادئ ہند، میرا افسانہ اور زندگی جیسی کتابیں چودھری صاحب نے معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لئے سپرد قلم کیں ---- یہ کتابیں کیا ہیں؟ شرافت، نیکی اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کی راہ ان کے مطالعہ سے سامنے آتی ہے، جس پر چل کر انسان اپنے رب کی دائمی رضا کا مستحق ہو جاتا ہے۔

"شعور" نامی زیر تبصرہ مجموعہ ---- چودھری صاحب کے ایسے ہی تین قلم پاروں کا مجموعہ ہے۔ ان میں ایک افسانہ، ایک تنقیدی مضمون اور ایک ڈرامہ ہے دیہاتی رومان افسانہ ہے جو دیہاتی زندگی کی اصلاح اور دیہاتی عوام کی ترقی کے لئے مشعل راہ ہے۔ "معشوقہ پنجاب" ایک دل آویز اور دلچسپ تنقیدی مضمون ہے۔ لگ بھگ دو صدی سے پنجاب کے لاکھوں مرد و زن اس کہانی کے ذریعہ بے راہ روی کا شکار ہوئے، پر افسوس کہ ہزاروں کو اوباش بنانے والے یہ کردار وقت کے حکمرانوں اور ان کے سلے پالک دانش فروشوں کے نزدیک "ہیرو" قرار پائے ان کے "عرس" کئے گئے اور سال بہ سال انہیں "خراج

عقیدت" پیش کیا جانے لگا۔۔۔ چودھری صاحب کے اصلاحی قلم نے اس قصہ کے تار و پود بکھیر کر لوگوں کو شرافت و نیکی کا راستہ دکھلایا ہے۔

"شعور" سماج کے لئے لکھا گیا اصلاحی ڈرامہ ہے جس سے چودھری صاحب کے حساس قلب اور پاکیزہ نیت کا اندازہ ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح معاشرہ کی اصلاح کے لئے بے چین تھے۔ افضل حق صدی کے حوالہ سے بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم ملتان سے اس مجموعہ کو نہایت خوبصورتی سے چھاپ کر احسان کیا ہے۔ امید ہے کہ حساس طبائع اور انسانی برادری کی اصلاح کی تڑپ رکھنے والے حضرات اس مجموعہ کی قدر کریں گے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کی اہم پیشکش

- عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ کی اہم کتابیں ● جن کی اشاعت سے قادیانی ایوان لرز اٹھے
- کفر و ارتداد اور بے دینی کے اس معاشرے میں ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

- مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا مفتی محمد اسحق سندیلوی) /۱۸ روپے ● قادیان سے اسرائیل تک جناب ابو مدثرہ /۴۰ روپے
- قادیانیوں کو دعوت حق (مولانا محمد عبداللہ) /۲۵ روپے ● تائید آسمانی در ردِ نشانِ آسمانی مولانا محمد جعفر تھانیسری /۵ روپے
- اسلام اور مرزائیت (تقابلی مطالعہ از مولانا محمد عبداللہ) /۱۲ روپے ● ردِ قادیانیت پر دس کتابچے /۱۰ روپے

خصوصی رعایت

● کوئی ایک کتاب منگوانے پر ۲۰٪ رعایت ● مکمل سیٹ منگوانے پر ۳۳٪ رعایت اور ● /۱۰۰ روپے کی کتب منگوانے پر ۴۰٪ رعایت اور ماہنامہ نقیب ختم نبوت ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا۔

نوٹ: رقم پیشگی ارسال کریں۔ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون ۷۲۸۱۳

مومنین اہل سنت والجماعت کیلئے ایک عظیم علمی تحفہ

نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں

- مسائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے مدلل۔
- پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح تصویر
- مستند ماخذ، علمی سرمایہ، عام فہم اندازِ بیان
- دلکش ترتیب۔
- اردو خواں حضرات کے لئے مدنی تحفہ جس کی افادیت مسلمہ ہے۔
- امام ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت، فلسفیانہ اندازِ استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔

تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد

ہر اچھے بک سٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب کریں

سُنّی پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر ۷۶۶ لاہور

قیمت /۵۱ روپے

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلس احرار اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مُسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدّت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بُنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ مُلک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ ——— مسجد نور۔ تغلق روڈ ملتان ———

★ مدرسہ معمورہ ——— دار بنی ہاشم۔ پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون: ۷۲۸۱۲

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ ——— ناگڑیاں ضلع گجرات ———

★ جامعہ ختمِ نبوّت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— سرگودھا روڈ ربوہ ———

★ دارالعلوم ختمِ نبوّت ——— چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۹۵۳-۲۱۱۲ ———

★ مدرسہ ابوبکر صدّیق ——— تلہ گنگ ضلع چکوال ———

★ یوکے ختمِ نبوّت مشن ——— (ہیڈ آفس) گلاسگو برطانیہ ———

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے۔ مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو۔ دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مُبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا، ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے۔ آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سیّد عطاء المحسن بخاری
مدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان

Monthly
Ph: 72813
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd No. L8755.
Multan.
Vol. 2
No. 9

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم ۔ مہربان کالونی ۔ ملتان

زیر اہتمام ۔ تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ
لیں، نقد یا سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں،

ترسیل زر کے لئے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دار بنی ہاشم ۔ مہربان کالونی ۔ ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ ، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان